بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 71

شمارہ 27-28

ایڈیٹر منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 800روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50پاؤنڈیا
80ڈالرامریکن
یا 60یورو

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

14-7/ذوالحجہ 1443 ہجری قمری • 7-14/وفا 1401 ہجری شمسی • 7-14/جولائی 2022ء

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ
یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(سورۃ احزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

سیرۃ النبیؐ نمبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروانہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروانہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کے اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللّٰہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔ تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرتؐ ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔ جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو اس کی مرض تو لاعلاج ہے خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے ورنہ یہ سارے آثار صداقت جو آں حضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلاوے تا ہم بھی جانیں۔

(براہین احمدیہ، رُوحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 111)

......☆......☆......☆......☆......

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

اس شمارہ میں

۞	اداریہ	2
۞	درس القرآن ودرس الحدیث	3
۞	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام	4
۞	خطبہ جمعہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17/جون 2022ء	5
۞	سیرت آنحضرت ﷺ —— سربراہان ریاست کیلئے آنحضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ (محمد انعام غوری، ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان)	10
۞	مالی قربانی کی اہمیت (سیرت صحابہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں) (رفیق احمد بیگ، ناظر بیت المال آمد قادیان)	13
۞	سیرت صحابہ کرامؓ (حضرت امام حسنؓ وحضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ) (ڈاکٹر عبد الخالق سابق صدر مجلس انصار اللہ ربوہ)	16
۞	معراج واسراء (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ)	20
۞	آنحضرت ﷺ کی مقدس سیرت کی پاکیزہ جھلکیاں (دلاور خان، قادیان)	25
۞	پیغام حضور انور برموقع پیس سمپوزیم جماعت احمدیہ یونان 2022ء	29
۞	اراکین مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے آن لائن ملاقات	30
۞	اہم سوالات کے جوابات از سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ	32
۞	نماز جنازہ حاضر وغائب	34
۞	خطبات حضور انور بطرز سوال جواب	36
۞	آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ اور آپؐ کی عظمتِ شان کے بارہ میں بعض غیر مسلموں کی آراء	40

......☆......☆......☆......

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

درود شریف میں
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام داخل کرنے کی حکمت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی وجہ کیا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے بچپن سے ہی تمام گزشتہ نبیوں میں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رہی ہے۔ مگر چونکہ (فداہ نفسی) سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سب دوسری محبتوں پر غالب ہے اور نہ صرف غالب ہے بلکہ اتنی غالب ہے کہ کسی دوسرے نبی کی محبت کو آپؐ کی محبت سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کی خاص محبت کے باوجود مجھے بچپن سے درود کا یہ فقرہ کہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ (یعنی اَے خدا تو آنحضرت ﷺ پر اس طرح برکتیں نازل کر جس طرح تُو نے حضرت ابراہیمؑ پر نازل کیں) کھٹکا کرتا تھا اور میں خیال کیا کرتا تھا کہ بظاہر ان الفاظ سے حضرت ابراہیمؑ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس دعا میں حضرت ابراہیمؑ کی مثال کا حوالہ دینا یہی ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو کوئی ایسی خاص برکت حاصل ہے جو ابھی تک ہمارے آنحضرت ﷺ کو حاصل نہیں اور اس خیال کی وجہ سے مَیں اکثر درود پڑھتے ہوئے بے چین ہو جایا کرتا تھا کہ خدایا! یہ کیا بات ہے کہ ہمارا نبی افضل الرسل اور سیّد ولد آدم ہے اور پھر بھی درود میں یہ الفاظ داخل کئے گئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح برکتیں نازل ہوں جس طرح حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئیں۔

آخر مَیں نے سوچ کر تشریح کا یہ راستہ نکالا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مثال دینے میں برکتوں کے درجہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف ان کی نوعیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ کو نسل کی کثرت کا غیر معمولی امتیاز حاصل ہوا ہے اور ان کی نسل کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی ہے کہ اس میں کثیر تعداد میں نبی پیدا ہوئے، اس لئے میں خیال کرتا تھا کہ شاید اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی مثال بیان کر کے آنحضرت ﷺ کے لئے درود والی دعا کی جاتی ہے مگر پھر بھی میرا دل پوری طرح تسلی نہیں پاتا تھا اور درود کے ان الفاظ پر پہنچ کر کہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ مجھے ہمیشہ ایک اندرونی جھٹکا لگا کرتا تھا اور میری روح ایک قسم کی ٹھوکر محسوس کرتی تھی۔ لیکن ساتھ ہی میرا دل اس یقین سے بھی پُر تھا کہ یہ خدا کی سکھائی ہوئی دعا ہے اور ضرور اس میں کوئی خاص حکمت مدنظر ہو گی جو ممکن ہے کئی لوگوں پر ظاہر بھی ہو اور انشاء اللہ مجھ پر بھی کسی دن ظاہر ہو جائے گی۔ آخر کچھ عرصہ ہوا خدا نے مجھے بھی اس کی حکمت پر آگاہ فرما دیا اور اب مجھے خدا کے فضل سے اس تشریح پر جو میرے ذہن میں آئی ہے پوری تسلی ہے۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درود میں حضرت ابراہیمؑ کا نام شامل کرنے میں صرف وہی حکمت مدنظر ہے جو میرے خیال میں آئی ہے۔ خدا بلکہ رسول کے کلام میں بھی بڑی وسعت ہوتی ہے اور بسا اوقات ایک ہی وقت میں کئی کئی معنے مدنظر ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ جو تشریح میرے ذہن میں آئی ہے، اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور حکمت درود میں مخفی ہو مگر اب کم از کم مجھے اپنی جگہ یہ تسلی ضرور ہے کہ جو معنے میرے خیال میں آئے ہیں وہ خدا کے فضل سے نہ صرف درست ہیں بلکہ میرے ذوق کے مطابق لطیف بھی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ میں یہ معنے دوستوں کی اطلاع کے لئے درج ذیل کرتا ہوں۔

دوستوں کو یہ تو علم ہی ہے اور دراصل یہ بات اسلامی تاریخ کا ایک مشہور و معروف واقعہ ہے جسے مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کے ذریعہ عرب میں آباد ہوئی اور یہ کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے مبارک ہاتھوں سے ہی ہوئی تھی جس کا ایک ایک پتھر ان مقدس باپ بیٹوں کی ہزاروں دعاؤں کے ساتھ رکھا گیا اور انہوں نے اس موقع پر یہ دعا بھی کی کہ ان کی نسل سے ہمیشہ خدا کے پاک بندے پیدا ہوتے رہیں جن کی توجہ خدا کے دین کے لئے وقف ہو۔ اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے وہ خاص الخاص دعا بھی کی جس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کا وجود باجود ظہور میں آیا۔ چنانچہ قرآن شریف اس تاریخی دعا کو ان زوردار الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

یعنی اَے ہمارے رب تو ہماری اس نسل میں جو اب اس ملک میں پھیلے گی اور تیرے اس مقدس گھر کے ارد گرد آباد ہوگی، ایک عالی شان رسول انہی میں سے مبعوث فرما جو انہیں تیری مبارک آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں تیری کتاب کی تعلیم دے اور پھر اس کتاب کے احکام کی حکمت بھی سکھا دے اور انہیں اپنے پاک نمونہ کی برکت سے ایک ترقی یافتہ زندگی عطا کرے۔ یقیناً تو بڑی شان والا اور بڑی حکمت والا خدا ہے۔

اس دعا کے الفاظ بڑے بھاری فضائل پر مشتمل ہیں۔ مگر مجھے اس جگہ اس دعا کی تفسیر اور تشریح میں جانا مدنظر نہیں بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کعبہ کی تعمیر کے وقت مکہ والوں میں ایک ایسے خاص نبی کی بعثت کی دعا کی تھی جو اپنے روحانی اور علمی اور تربیتی پروگرام کے ساتھ بے مثل امتیاز کا مالک بننے والا تھا اور آنحضرت ﷺ حدیث میں فرماتے ہیں کہ میری بعثت اسی دعا کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ آپؐ کے الفاظ یہ ہیں:

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ

’’یعنی میں ابراھیمؑ کی دعا کا ثمرہ ہوں‘‘

اب گویا تین باتیں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔

اوّل: یہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔

دوم: یہ کہ حضرت ابراھیمؑ نے کعبہ کی تعمیر کے وقت مکہ والوں میں ایک عظیم الشان رسول کی بعثت کی دعا کی تھی۔

سوم: یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت اسی دعا کا نتیجہ تھی۔

اب اگر ہم ان تین باتوں کو مدنظر رکھ کر درود کے الفاظ پر غور کریں تو بات بالکل صاف ہو جاتی ہے اور درود میں کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ یا کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ کے الفاظ نہ صرف آنحضرت ﷺ کی شان میں کسی قسم کی کمی کے مظہر ثابت نہیں ہوتے بلکہ حقیقتاً اس بات کا ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ارفع شان اور آپ کی امت کی غیر معمولی ترقیات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے درود میں داخل کئے گئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ الفاظ کہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ (محمد رسول اللہ ﷺ پر اسی طرح کی برکتیں نازل فرما جس طرح تُو نے ابراہیمؑ پر نازل کیں) اس غرض کیلئے رکھے گئے ہیں کہ تا حضرت ابراھیمؑ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جائے جو ان کی تعمیر کعبہ کے وقت کی دعا اور اس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ اَے خدا! جس طرح تُو نے ابراہیم کی دعا سے ابراھیمؑ کی نسل میں ایک عظیم الشان نبی پیدا کیا اُسی طرح اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی غیر معمولی روحانی کمالات کا سلسلہ جاری رکھ۔ اس طرح درود میں ایک نہایت ہی لطیف اور مقدس دور یعنی پائیس سرکل (Pious Circle) قائم کر دیا گیا ہے اور خدا کے دامنِ رحمت کو اس دعا سے حرکت میں لایا گیا ہے کہ اَے خدا تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کی خاص برکات نازل فرما جس طرح تُو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ ابراھیمؑ پر اپنی خاص برکات نازل فرمائیں۔ گویا کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ میں جو مثال دی گئی ہے وہ بھی دراصل آنحضرت ﷺ ہی کی ذات والا صفات سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ حضرت ابراھیمؑ سے اور حضرت ابراھیمؑ کا نام صرف اس مثال کو واضح کرنے اور اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ پس درود کے صحیح معنے یہ ہوئے کہ اے خدا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی وہ خاص برکتیں نازل فرما جو تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عالی شان نبی کی بعثت کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ پر نازل کیں۔ گویا

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں
اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو

اللہ اور فرشتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود اور سلام بھیجنا
مومنین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود و سلام بھیجنے کا حکم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا
(احزاب :57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کریمہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظِ خاص نہ فرمایا۔لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔آپؐ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر دَرود بھیجیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد اول، صفحہ 32، مطبوعہ 2018 قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام جہانوں کے لئے رحمت

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ○ (انبیاء : 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر

تمام جہان کے لئے نبی

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ○ (سبا : 29)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مشرق و مغرب کے واحد رسول

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّلَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ○ (نور : 36)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔وہ چراغ شیشے کی شمعدان میں ہو۔وہ شیشہ ایسا ہو گویا کہ چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔اس (درخت) کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ از خود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔اللہ اپنے نُور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں :

اس تمثیل میں زیتون کے تیل کا ذکر ہے۔زیتون کے تیل کو جلایا جائے تو اس سے روشنی تو پیدا ہوتی ہے لیکن دھؤاں نہیں اٹھتا۔ لَا شَرۡقِیَّۃٍ وَّلَا غَرۡبِیَّۃٍ کا مطلب ہے کہ اللہ کا نور نہ مشرق کے لئے خاص ہے اور نہ مغرب کے لئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی اس تمثیل کے مصداق کے طور پر مشرق و مغرب دونوں کے واحد رسول ہیں اور یہی نور ہے جو آپؐ کی وساطت سے صحابہؓ کو بھی عطا ہوا۔یعنی رسول اللہ نے اس نور کو صرف اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے عام فرمایا۔ چنانچہ اگلی آیت میں اسی کا ذکر ہے کہ وہ نور صحابہؓ کے گھروں میں بھی چمکتا ہے۔ستاروں کی مثال اس لئے دی کہ ان کا نور دُور دُور سے دکھائی دیتا ہے۔اسی طرح رسول اللہ کا اور صحابہ کا نور بھی دُور دُور سے دکھائی دے گا۔ مشکوٰۃ اس محفوظ طاقچے کو کہتے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔اس لیمپ کی روشنی شیشے سے منعکس ہو کر صرف اس مشکوٰۃ کو روشن نہیں کرتی جس میں وہ نور ہے بلکہ باہر بھی منعکس ہوتی ہے۔لیمپ کے گرد جو شیشہ ہوتا ہے اس کے دو مقاصد ہیں۔اوّل یہ کہ شیشہ ہو تو پھر لیمپ میں سے دھؤاں نہیں نکلتا۔دوسرے اس کی روشنی زیادہ چمک کے ساتھ باہر نکلتی اور پھیلتی ہے۔ (ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارُعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے
رنگ کھلتا ہوا سفید، پیشانی کشادہ، چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے اور مَیں چاہتا تھا کہ یہ میرے پاس ایسی باتیں بیان کریں جنہیں میں گِرہ میں باندھ لوں۔ چنانچہ ہند نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارُعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند۔ میانہ قد یعنی پستہ قامت سے دراز اور طویل القامت سے کسی قدر چھوٹا۔سر بڑا۔ بال خم دار اور گھنے جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔ مانگ نمایاں۔رنگ کِھلتا ہوا سفید۔ پیشانی کشادہ۔ابرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے جو باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید سی جگہ نظر آتی تھی جو غصّہ کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی ناک باریک جس پر نُور جھلکتا تھا جو سرسری دیکھنے والے کو اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ریش مبارک گھنی۔رخسار نرم اور ہموار۔دہن کشادہ۔ دانت ریخدار اور چمکیلے۔آنکھوں کے کوئے باریک۔گردن صراحی دار چاندی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔معتدل الخَلق۔ بدن کچھ فربہ لیکن بہت موزوں۔شکم و سینہ ہموار۔صدر چوڑا اور فراخ۔جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے۔جلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم۔ چھاتی اور پیٹ بالوں سے بالکل صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال۔ پہنچے لمبے۔ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی۔انگلیاں لمبی اور سڈول۔پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے۔قدم نرم اور چکنے کہ پانی بھی ان پر سے پھسل جائے۔ جب قدم اٹھاتے تو پوری طرح اُٹھاتے۔رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تو پورا رُخ پھیرتے۔نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور ان کا خیال رکھتے۔ ہر ملنے والے کو سلام میں پہل فرماتے۔ (شمائل ترمذی، باب فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 22)

آنحضرتؐ اپنی ذات کیلئے کبھی غصّے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے
شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا، نہ کسی کی مذمّت وتحقیر کرتے نہ توہین وتنقیص

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا بیان ہے کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے جیسے کسی مسلسل اور گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کی وجہ سے کچھ بے آرامی سی ہے۔آپؐ اکثر چپ رہتے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔آپ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ پُر حکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی۔لیکن اس میں کوئی کمی یا اِبہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمّت وتحقیر کرتے نہ توہین وتنقیص۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا ظاہر فرماتے۔شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔کسی چیز کی مذمّت نہ کرتے۔نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔مزیدار یا بدمزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا آپ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔کسی دُنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصّے ہوتے نہ بُرا مناتے۔لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کر لیا جاتا تو پھر آپ کے غصّے کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔اپنی ذات کیلئے کبھی غصّے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپ تعجّب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو اُلٹا دیتے۔جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے۔اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کِھلے تبسّم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔

(شمائل ترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 23)

......☆......☆......☆......

ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع اور عام اور مسلم الطوائف ہے
یہ مرتبہ اصلاح کا کسی گزشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں

سیّدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں :

’’وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔‘‘ (روحانی خزائن، جلد6، برکات الدعا،صفحہ 7)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بےنظیر صبر و استقلال

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اُٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے اور جیسا کہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ اُن کے بچے اُن کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کرسکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی اُمتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے خدا کا حکم سُنکر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنالیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جان نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بُزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سُنکر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہوگئے تھے۔ بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی اُمت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سُنتے ہیں تو فی الفور دل میں گزرتا ہے کہ قرائن اِس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بُزدلی اور عدمِ قدرت انتقام ہو مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہنر اپنے اندر رکھتا ہو اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو اور پھر وہ دُکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں اور اُس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے۔ یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریم اور آپ کے صحابہ سے ظہور میں آئی ہے۔ اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا جس کا سلسلہ تیرہ برس کی دراز مدت تک لمبا تھا درحقیقت بےنظیر ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گزشتہ راستبازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟‘‘ (روحانی خزائن، جلد 17، گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ 10، 11)

ہر یک بدکاری کا استیصال کیا شراب کو جو اُمّ الخبائث ہے دور کیا قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا دختر کشی کا استیصال کیا

’’ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع اور عام اور مسلم الطوائف ہے۔ اور یہ مرتبہ اصلاح کا کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی عرب کی تاریخ کو آگے رکھ کر سوچے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس وقت کے بت پرست اور عیسائی اور یہودی کیسے متعصب تھے اور کیونکر ان کی اصلاح کی صدہا سال سے نومیدی ہو چکی تھی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھئے کہ قرآنی تعلیم نے جوان کے بالکل مخالف تھی کیسی نمایاں تاثیریں دکھلائیں اور کیسی ہر یک بد اعتقاد اور ہر یک بدکاری کا استیصال کیا۔ شراب کو جو اُمّ الخبائث ہے دُور کیا۔ قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا دختر کشی کا استیصال کیا اور جو انسانی رحم اور عدل اور پاکیزگی کے برخلاف عادات تھیں سب کی اصلاح کی۔ ہاں مجرموں نے اپنے جرموں کی سزائیں بھی پائیں جن کے پانے کے وہ سزاوار تھے۔ پس اصلاح کا امر ایسا امر نہیں ہے جس سے کوئی انکار کر سکے۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد9 ،صفحہ 366، نورالقرآن نمبر1 ،صفحہ 28 حاشیہ)

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے

’’ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکّہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کیلئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کیلئے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھیرایا۔‘‘ (روحانی خزائن، جلد 17، اربعین نمبر 4 صفحہ 13)

اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا

’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘ (روحانی خزائن، جلد 17، اربعین حصہ اوّل صفحہ 7-8)

میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے

’’اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلّی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 66)

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے
اس (لیے اپنی نو بیاہتا بیوی کے ایک) فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ
تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے
اس لیے مَیں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ
اے ابو اُسَید! اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17/جون 2022ء بمطابق 17/احسان 1401 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ مرتدین یا منافقین کا قصہ ختم ہوا جو یمامہ کے تعلق میں تھا اور مُسَیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کا جو قصہ تھا وہ گذشتہ خطبہ میں ختم ہوا تھا۔

مرتدین جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہتھیار اٹھائے ان کا ابھی ذکر چل رہا ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ کئی مہمات تھیں۔ پہلی مہم جو کافی لمبی تھی وہ تو بیان ہوئی، جو بقیہ دس مہمات ہیں ان میں سے دو اور تین کے ذکر میں یہ آتا ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرفَجہؓ کے ذریعہ سے یہ مہم سر کی گئی جو عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ عُمان بحرین کے قریب یمن کا ایک شہر ہے۔ جو خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ اَزداور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دَبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عُمان ایرانیوں کی عمل داری میں شامل تھا اور ان کی طرف سے جَیفر نامی شخص عامل مقرر تھا۔ اس علاقے میں مجوسی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 8/ہجری میں حضرت ابوزید انصاریؓ کو تبلیغِ اسلام کی غرض سے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہاں کے دو رئیس بھائیوں جَیفر بن جُلُندی اور عَبّاد بن جُلُندی کے نام خط دے کر بھیجا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا مضمون یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے جَیفر اور عَبّاد پسران جُلُندی کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ مَیں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو، محفوظ رہو گے۔ مَیں اللہ کا رسول ہوں اور ساری دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ ہر اس شخص کو ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر اتمامِ حجت کروں۔ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو مَیں تمہیں بدستور وہاں کا حاکم رہنے دوں گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو تمہاری ریاست تم سے چھن جائے گی۔

(سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ صفحہ 49 مؤلفہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی) (فتوح البلدان صفحہ 103-104 موسسة المعارف بیروت 1987ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 209 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء) (اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

بعض روایات کے مطابق کافی دن کی بحث کے بعد ان بھائیوں نے اسلام قبول کیا اور ایک روایت کے مطابق عُمان کے حاکم جَیفر نے کہا مجھے اسلام لانے میں تو کوئی عذر نہیں لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر مَیں نے یہاں سے زکوٰۃ اکٹھی کر کے مدینہ بھیجی تو میری قوم مجھ سے بگڑ جائے گی۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو پیشکش کی کہ اس علاقے سے زکوٰۃ کا جو مال وصول ہوگا وہ اسی علاقے کے غرباء پر خرچ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عَمروؓ یہاں دو سال تک مقیم رہے اور لوگوں کو تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ آپؓ کی اس کامیاب تبلیغی مساعی سے اس علاقے کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب کے چاروں طرف ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عَمرو بن عاصؓ کو عُمان سے مدینہ طلب فرما لیا۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لَقِیط بن مالک اَزدی ان میں اٹھا جس کا لقب ذو التاج تھا اور یہ دورِ جاہلیت میں شاہ عُمان جُلُندی کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ جُلُندی عُمان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ بہرحال اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عُمان کے جاہلوں نے اس کی پیروی کی، یہ عُمان پر قابض ہو گیا اور جَیفر اور اس کے بھائی عَبّاد کو پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی اور جَیفر نے حضرت ابوبکرؓ کو اس ساری صورتِ حال سے باخبر کیا اور مدد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے پاس دو امیر بھیجے، ایک حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانی حِمْیَری کو عُمان کی طرف اور دوسرے عَرفَجہ بن ہَرثَمہ بارقی اَزدیؓ کو مَہرہ کی طرف اور حکم دیا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں اور جنگ کا آغاز عُمان سے کریں۔ مَہرہ یمن کے ایک قبیلے کا نام تھا اور حکم دیا کہ جب عُمان میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ قائد ہوں گے اور جب مَہرہ میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیں گے۔

حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرفَجہ کا تعارف یہ ہے۔ تاریخِ طبری میں حضرت حُذَیفہؓ کا نام حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ بیان ہوا ہے جبکہ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتاب میں ان کا نام حُذَیفہ قَلْعانیؓ بیان ہوا ہے۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک عُمان کے والی رہے۔

صحابہ کے حالات پر مشتمل کتب میں حضرت عَرفَجہؓ کا مکمل نام عَرفَجہ بن خُزَیمہؓ بیان ہوا ہے۔ علامہ ابن اثیر کے نزدیک ان کے والد کا نام ہَرثَمہ تھا۔ یہ دشمن کے خلاف جنگی چالوں کے لیے مشہور تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کی مدد کے لیے حضرت عِکْرِمہؓ بن ابوجہل کو روانہ کیا۔ اس سے پہلے جنگِ یمامہ کی تفصیلات میں مُسَیلمہ کذاب کے ذکر میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عِکْرِمہؓ کو فتنہ ارتداد اور بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور شُرَحبیل بن حسنہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا تو عِکْرِمہ کو حکم دیا تھا کہ وہ شُرَحبیل کے آنے سے پہلے حملہ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں انہیں شکست کھانا پڑی جس پر حضرت ابوبکرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمہ اپنی فوج کے ساتھ عُمان کی طرف عَرفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمہ عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں ان دونوں سے جا ملے اور انہوں نے جَیفر اور اس کے بھائی عَبّاد کے پاس اپنا پیغام بھیج دیا۔ تاریخ کی بعض کتب جیسے کامل ابن اثیر میں اس کا نام عِیاذ بیان کیا جاتا ہے۔ رِجام عُمان میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے۔

بہرحال مسلمان لشکر کے سرداروں کے پیغام ملنے کے بعد جَیفر اور عَبّاد اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے جو پہلے چھپ گئے تھے۔ اس مرتد کے نبی کے اعلان ہونے کے بعد جس نے اپنی فوج بنا لی تھی اس کی طاقت زیادہ ہو گئی تھی تو بہرحال یہ اپنی قیام گاہوں سے نکلے اور انہوں نے صُحار میں آ کر پڑاؤ کیا اور حُذَیفہؓ، عَرفَجہؓ اور عِکْرِمہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آ جائیں۔ صُحار بھی عُمان میں پہاڑوں سے متصل ایک قصبہ ہے۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ عُمان کا ایک بازار جو رجب کے شروع میں پانچ راتوں تک یہاں لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا لشکر صُحار میں جمع ہو گیا اور متصلہ علاقوں کو مرتدین سے پاک کر دیا۔

ادھر لَقِیط بن مالک کو اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی فوج لے کر مقابلے کے لیے نکلا اور دبا کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس نے عورتوں بچوں اور مال و متاع کو اپنے پیچھے رکھا تا کہ اس سے جنگ میں تقویت ملے۔ دَبا بھی اس علاقے کا شہر تھا اور تجارتی منڈی تھی۔ مسلمان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے اور اس کی ابتدا انہوں نے قبیلہ بنوجُدید کے رئیس سے کی۔ ان کے جواب میں ان سرداروں نے بھی مسلمان امراء کو خطوط لکھے۔ اس مراسلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔

(اسد الغابۃ جلد 4 صفحہ 21-22 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء) (المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، الفصل السادس والاربعون: انساب القبائل، جلد 4 صفحہ 329، مکتبہ جریر 2006ء) (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291-292 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (سیدنا ابوبکر صدیق شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 338 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ) (معجم البلدان جلد 5 صفحہ 270، جلد 3 صفحہ 31 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 170 زوار اکیڈمی کراچی)

اور مسلمانوں کے ساتھ آ ملے۔ اسی جگہ یعنی دَبا کے مقام پر لَقِیط کی فوج کے ساتھ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ابتدا میں لَقِیط کا پلہ بھاری رہا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے احسان فرمایا اور اس نازک گھڑی میں مدد نازل فرمائی۔ بحرین کے مختلف قبائل اور بنو عبد القَیس کی طرف سے بھاری کمک پہنچ گئی جس سے ان کی قوت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر لَقِیط کی فوج پر شدید حملہ کر دیا جس سے لَقِیط کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دس ہزار مقاتلین کو تہ تیغ کیا اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و بازار پر قبضہ کر لیا اور اس کا خُمس عَرْفَجہؓ کے ہاتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اس طرح عُمان میں بھی اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت پائیدار بنیادوں پر قائم ہو گئی۔ جنگ کے بعد حُذَیفہؓ نے عُمان ہی میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے حالات کی درستی اور امن و امان قائم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عَرْفَجہؓ تو جیسا کہ ذکر ہوا مالِ غنیمت لے کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عِکْرِمہؓ اپنے لشکر لے کر مَھْرَہ کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 338-339 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان) (حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجمہ شیخ احمد پانی پتی، صفحہ 244-245)

حضرت عِکْرِمہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہمات کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عِکْرِمہؓ کو دیا تھا اور ان کو مُسَیلمہ کے مقابلہ کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

حضرت ابوبکرؓ نے عِکْرِمہ کو مُسَیلمہ کے مقابلے کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ بھیجا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کے لیے یمامہ کا نام لیا البتہ عِکْرِمہؓ سے فرمایا کہ جب تک شُرَحْبِیل نہ پہنچ جائیں حملہ نہیں کرنا لیکن عِکْرِمہ نے جلدی کی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا اور مُسَیلمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ شکست کھا کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عِکْرِمہؓ کو یہ لکھا کہ مَیں اب تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، اور نہ ہی تمہاری کوئی بات سنوں گا مگر بعد اس کے کہ تم کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دو۔ کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھاؤ پھر ٹھیک ہے، پھر میرے پاس آنا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم عُمان جاؤ اور اہلِ عُمان سے لڑو اور حُذَیفہؓ اور عَرْفَجہؓ کی مدد کرو۔

بہرحال عُمان جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ خلیج فارس کا حصہ تھا جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ ازد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے گھڑ سواروں کا سردار رہے گا البتہ جب تک تم لوگ حُذَیفہؓ کے زیرِ نگرانی علاقے میں رہو گے وہ تم سب کے امیر ہوں گے۔ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو پھر مَھْرَہ چلے جانا، پھر وہاں سے یمن چلے جانا یہاں تک کہ یمن اور حضرموت کی کارروائیوں میں مہاجر بن ابواُمَیّہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا اور مجھے جنگ میں تمہارے کارہائے نمایاں کی خبر پہنچتی رہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

یہ حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا۔ بہرحال عِکْرِمہ کی روانگی سے قبل حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ عُمان اور عَرْفَجہ بارقیؓ مَھْرَہ کے مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمہ اپنی فوج کے ساتھ عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمہ ان سے جا ملے۔ اس سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو یہ تاکیدی حکم دے دیا تھا کہ عُمان سے فارغ ہونے کے بعد وہ عِکْرِمہ کی رائے پر عمل کریں چاہے وہ ان کو اپنے ساتھ لے لیں یا عُمان میں ٹھہرنے کا حکم دیں۔ بہرحال پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے جب یہ تینوں امیر عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں باہم جا ملے تو انہوں نے جُیَفر اور عَبّاد کے پاس اپنے پیامبر بھیجے اور دوسری طرف جب لَقِیط کو ان کی فوج کی آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی جماعتوں کو اکٹھا کیا اور دَبا میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ جُیَفر اور عَبّاد بھی اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے۔ انہوں نے صُحار میں آ کر پڑاؤ کیا۔ حُذَیفہؓ، عَرْفَجہؓ اور عِکْرِمہ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آ جائیں۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر ہوا ہے وہ سب ان دونوں کے پاس صُحار میں جمع ہو گئے اور اپنے متصلہ علاقے کو مرتدین سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اپنے قرب و جوار میں سب لوگوں سے صلح ہو گئی۔ نیز ان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے۔ انہوں نے بنوجُدَید کے رئیس سے ابتدا کی۔ اس کے جواب میں سرداروں نے بھی مسلمانوں کو خطوط لکھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے اس کے نتیجہ میں سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد لَقِیط کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی اور اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس معرکے کے بعد عِکْرِمہؓ اور حُذَیفہؓ اس رائے پر متفق ہوئے کہ حُذَیفہؓ عُمان میں ہی قیام کریں اور معاملات کو سلجھائیں اور لوگوں کو امن دلائیں اور حضرت عِکْرِمہؓ مسلمانوں کی بڑی فوج کے ساتھ دوسرے مشرکین کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے مَھْرَہ سے اپنی جنگی کارروائی کی ابتدا کی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 292 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

حضرت عِکْرِمہؓ کی مَھْرَہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی کے بارہ میں آتا ہے کہ عُمان کے مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عِکْرِمہ اپنے لشکر کے ہمراہ نجد کے علاقے مَھْرَہ قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ انہوں نے اہلِ عُمان اور عُمان کے اردگرد کے لوگوں سے اپنی اس مہم کے لیے مدد طلب کی۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ مَھْرَہ قبیلے کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ تھے یہاں تک کہ عِکْرِمہ نے مَھْرَہ قبیلے اور اس کے مضافاتی علاقوں پر چڑھائی کر دی۔ ان کے مقابلہ کے لیے مَھْرَہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک گروہ بمقام جَیروت میں ایک شخص شِخْرِیت کی سرکردگی میں مورچہ زن تھا۔ دوسرا گروہ نجد میں بنومُحارب کے ایک شخص مُصَبَّح کی سرکردگی میں تھا۔ دراصل تمام مَھْرَہ اسی لشکر کے سردار کے تابع تھا سوائے شِخْرِیت اور اس کی جمعیت کے۔ یہ دونوں سردار ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف بلاتے تھے اور ان دونوں فوجوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان کے سردار کو ہی کامیابی حاصل ہو۔ یہی وہ بات تھی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو ان کے دشمنوں کے خلاف مضبوط کیا اور دشمنوں کو کمزور کر دیا۔ جب عِکْرِمہؓ نے شِخْرِیت کے ہمراہ تھوڑی تعداد میں لوگ دیکھے تو انہوں نے اسے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ یہ پہلے مسلمان تھا۔ اسے کہا کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ اور اب مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ اس ابتدائی تحریک پر ہی شِخْرِیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح اللہ نے مُصَبَّح کو کمزور کر دیا۔ پھر عِکْرِمہؓ نے مُصَبَّح کی طرف پیغامبر بھیجا اور اسے اسلام کی طرف واپس آنے اور کفر سے لوٹنے کی دعوت دی مگر اس کے ساتھ لوگوں کی جو کثیر تعداد تھی اس کثرت نے اس کو دھوکا دیا۔ شِخْرِیت کے اسلام لانے کی وجہ سے مُصَبَّح اور شِخْرِیت میں دوری مزید بڑھ گئی۔ بہرحال عِکْرِمہؓ نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور شِخْرِیت بھی آپؓ کے ساتھ تھا۔ ان دونوں کا نجد میں مُصَبَّح کے ساتھ مقابلہ ہوا اور انہوں نے یہاں دَبا سے بھی زیادہ شدید جنگ کی۔ اللہ نے مرتد باغیوں کے لشکر کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور ان میں سے بہت سی تعداد کو قتل کیا اور بکثرت قیدی بنائے گئے اور مالِ غنیمت میں دو ہزار کی تعداد میں عمدہ نسل کی اونٹنیاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ حضرت عِکْرِمہؓ نے مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور شِخْرِیت کو خُمس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ باقی چار حصے انہوں نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ اس طرح عِکْرِمہؓ کا لشکر سواریوں اور مال و متاع اور ساز و سامان کی وجہ سے مزید طاقتور ہو گیا۔ حضرت عِکْرِمہؓ نے وہیں قیام کر کے اس علاقے کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عِکْرِمہؓ نے اس فتح کی خوشخبری سائب نامی ایک شخص کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پہنچائی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 292-293 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

پھر حضرت عِکْرِمہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی کا ذکر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خط میں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے حضرت عِکْرِمہؓ کو ہدایت دی تھی کہ مَھْرَہ کے بعد یمن چلے جانا اور یمن اور حضرموت کی کارروائیوں میں حضرت مہاجر بن ابوامیہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

چنانچہ حضرت عِکْرِمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اِس ارشاد کی تکمیل میں مَھْرَہ سے نکل کر یمن کی طرف

پیش قدمی کی یہاں تک کہ اَبْیَن جا پہنچے۔ اَبْیَن بھی یمن کی ایک بستی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا جس میں قبیلہ مُہْرَہ اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنا مکمل قیام جنوبی یمن میں ہی رکھا اور وہاں نَخَعْ اور حِمْیَرْ کے قبائل کی سرکوبی میں مشغول رہے اور شمالی یمن کی طرف بڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت عِکْرِمَہؓ نے قبیلہ نَخَعْ کے مفرور لوگوں کو پکڑ لینے کے بعد اس قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کی اسلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی ہم اہلِ مذہب تھے، مذہب سے ہمیں لگاؤ تھا، ہم عرب ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے تھے تو ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم اس دین میں داخل ہو جائیں جس کی فضیلت سے ہم واقف ہو چکے ہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں داخل ہو چکی ہے، یعنی اسلام کی محبت ہمارے دلوں میں اب داخل ہو چکی ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جب ان کے بارے میں تحقیقات کیں کہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں یا صرف جان بچانے کے لیے تو معلوم ہوا کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ حقیقت میں صحیح بیان دے رہے تھے۔ ان کے عوام بدستور اسلام پر ثابت قدم رہے البتہ ان کے خواص میں سے جو مرتد ہو گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ نے نَخَعْ اور حِمْیَرْ قبائل کو ارتداد کے الزام سے بری قرار دیا اور وہ ان کو جمع کرنے کے لیے وہیں مقیم رہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 298 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 233 مطبوعہ بک کارنر شوروم جہلم) (معجم البلدان جلد 1 صفحہ 109)

اَبْیَن میں حضرت عِکْرِمَہؓ کی اقامت سے اَسْوَد عَنْسِی کی باقی ماندہ جماعت پر گہرا اثر پڑا جس کی قیادت قَیس بن مَکْشُوح اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ کر رہے تھے۔ صنعا سے بھاگنے کے بعد قَیس صنعا کے مابین چکر کاٹتا رہا اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ، اَسْوَد عَنْسِی کی لَحْج میں موجود پارٹی میں شامل ہوا تھا لیکن جب حضرت عِکْرِمَہؓ اَبْیَن پہنچے تو دونوں یعنی قَیس اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ آپ سے قتال کے لیے اکٹھے ہو گئے، جنگ کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف ہوا اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ کے مشرق کی طرف سے آنے نے لَحْج میں موجود مرتدین کی جماعتوں کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 304 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

یمن کے ساتھ ہی کِنْدَہ قبیلہ آباد تھا جو حَضْرَ مَوت کے علاقے میں تھا۔ اس علاقے کے عامل حضرت زیاد بن لبیدؓ تھے۔ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے میں سختی کی تو ان کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عِکْرِمَہؓ اور حضرت مہاجر بن ابوامیہؓ دونوں ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے ضمن میں بیان ہو جائے گی۔ بہرحال جب حضرت عِکْرِمَہؓ نے مرتدین سے مہمات کے بعد مدینہ لوٹنے کی تیاری شروع کر دی تو ان کے ہمراہ نعمان بن جَوْن کی بیٹی بھی تھی جس سے انہوں نے میدانِ جنگ میں شادی کر لی تھی۔ اگرچہ انہیں علم تھا کہ اس سے پہلے اُمّ تمیم اور مجَاعہ کی بیٹی سے شادی کر لینے کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناراض ہوئے تھے، اس کا پہلے تفصیلی ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن انہوں نے یعنی حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس کے باوجود اس سے شادی کر لی۔ اس پر حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے کئی افراد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ معاملہ حضرت مہاجرؓ کے سامنے پیش کیا گیا مگر وہ بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور یہ تمام حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں لکھ کر ان سے رائے دریافت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ عِکْرِمَہ نے شادی کر کے کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔ بعض لوگ جو ناراض تھے ان کی بہرحال تسلی ہو گئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ جو حضرت عِکْرِمَہؓ سے ناراض ہوئے تھے ان کی ناراضگی کا پس منظر یہ تھا کہ نعمان بن جَوْن نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیٹی کو اپنے عقدِ زوجیت میں قبول فرما لیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا اور اس کی بیٹی کو اس کے والد کے ساتھ ہی واپس روانہ کر دیا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کو ردّ کر چکے تھے اس لیے حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے ایک حصہ کا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت عِکْرِمَہؓ کو بھی اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ دلیل تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ بالکل غلط ہے اور حضرت عِکْرِمَہؓ کی شادی کو جائز قرار دیا۔

حضرت عِکْرِمَہؓ اپنی بیوی کے ہمراہ مدینہ واپس آ گئے اور لشکر کا وہ حصہ بھی جو ان سے خفا ہو کر علیحدہ ہو گیا تھا وہ دوبارہ ان سے آملا۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 242، 243 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

اسماء بنت نعمان بن جَوْن، جس لڑکی کا ذکر ہے اس کا مختصر تعارف یہ ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جس خاتون سے شادی کی تھی بخاری اور دیگر کتب احادیث میں اس کی بابت روایات مذکور ہیں۔ اس خاتون کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تاہم رخصتی سے قبل ہی اس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو واپس اس کے قبیلے میں بھجوا دیا۔ ان کے نام سمیت واقعات میں بہت اختلاف بھی ہیں۔ بعض نے ان کی شادی حضرت مہاجر بن ابی امیہ سے بھی بیان کی ہے۔ بہرحال اس واقعہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جب عرب فتح ہوا اور اسلام پھیلنے لگا تو کِنْدَہ قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام اسما یا اُمیمہ تھا اور وہ جَوْنیہ یا بنت الجَوْن بھی کہلاتی تھی۔ اس کا بھائی لقمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے بطور وفد حاضر ہوا اور اس موقع پر اس نے یہ بھی خواہش کی کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے اور بالمشافہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست بھی کر دی کہ میری ہمشیرہ جو پہلے ایک رشتہ دار سے بیاہی ہوئی تھی اب بیوہ ہے، نہایت خوبصورت اور لائق ہے، آپ اس سے شادی کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قبائلِ عرب کا اتحاد منظور تھا آپؐ نے اس کی یہ دعوت منظور کر لی اور فرمایا ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم معزز لوگ ہیں مہر تھوڑا ہے۔

آپؐ نے فرمایا اس سے زیادہ مَیں نے اپنی کسی بیوی یا لڑکی کا مہر نہیں باندھا۔ جب اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح پڑھا گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی آدمی کو بھیج کر اپنی بیوی منگوا لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواُسَید کو اس کام پر مقرر کیا وہ وہاں تشریف لے گئے۔ جَوْنیہ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو حضرت ابواُسَیدؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حجاب نازل ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے دوسری ہدایات دریافت کیں جو آپؐ نے بتا دیں اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے اور ایک مکان میں جس کے گرد کھجوروں کے درخت بھی تھے لا کر اتارا۔ اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی اس کے رشتہ داروں نے روانہ کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے ملک میں بھی امیر لوگ جو ہیں ایک بے تکلف نوکر ساتھ کر دیتے ہیں تا کہ اسے یعنی لڑکی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چونکہ یہ عورت حسین مشہور تھی اور یوں بھی عورتوں کو دلہن دیکھنے کا شوق ہوتا ہے، مدینہ کی عورتیں اس کو دیکھنے گئیں اور اس عورت کے بیان کے مطابق کسی عورت نے اس کو سکھا دیا کہ رعب پہلے دن ہی ڈالا جاتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو کہہ دینا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، اس پر وہ تیرے زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات اس عورت کی بنائی ہوئی نہیں ہے یعنی جس کی شادی تھی تو کچھ تعجب نہیں کہ اس طرح کا فقرہ کہلوانا کسی منافق نے اپنی بیوی یا اَور کسی رشتہ دار کے ذریعہ یہ شرارت کی ہو، غرض جب اس کی آمد کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تُو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ بھی اپنے آپ کو عام آدمیوں کے سپرد کیا کرتی ہے؟ نعوذ باللہ اپنے آپ کو بڑا ظاہر کیا۔ ابواُسَیدؓ کہتے ہیں کہ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اجنبیت کی وجہ سے گھبرا رہی ہے اسے تسلی دینے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ ابھی رکھا ہی تھا کہ اس نے یہ نہایت ہی گندا اور نامعقول فقرہ کہہ دیا کہ مَیں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔ چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کے اس فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لیے میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابواُسَید! اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ اس کے بعد اسے مہر کے حصہ کے علاوہ بطور احسان دو رازقی چادریں دینے کا بھی حکم دیا۔

بڑی اچھی سفید لمبی سوتی چادریں تھیں تا کہ قرآن کریم کا حکم وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَیۡنَکُمۡ پورا ہو جو

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۝ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ۝

ترجمہ:: سُنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ تقویٰ پر عمل پیرا تھے۔ (سورہ یونس:63)

طالب دُعا: نورالہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ۝ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ۝

ترجمہ:: کیا تُو نہیں جانتا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو (اَے انسانو!) تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور اللہ پر وہ کچھ مشکل نہیں۔ (ابراہیم:20، 21)

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

ایسی عورتوں کے متعلق ہے جن کو بلا صحبت طلاق دے دی جائے۔ اور آپؐ نے اسے رخصت کر دیا اور ابواُسَیدؓ ہی اس کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے قبیلے کے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری اور انہوں نے اس کو ملامت کی مگر وہ یہی جواب دیتی رہی کہ یہ میری بدبختی ہے اور بعض دفعہ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ورغلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تم پرے ہٹ جانا اور نفرت کا اظہار کرنا اس طرح ان پر تمہارا رعب قائم ہو جائے گا۔ معلوم نہیں یہی وجہ ہوئی یا کوئی اَور، بہرحال اس نے نفرت کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے علیحدہ ہو گئے اور اسے رخصت کر دیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 533 تا 535)

مَیں ایک صحابی حضرت اسیدؓ کے ذکر میں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال حضرت عِکْرِمَہؓ کِندہ، حَضرَموت سے یمن اور مکہ کے راستے واپس ہوئے۔ جب آپؓ مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ خالد بن سعید کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنی فوج کو جس نے آپ کے ساتھ ارتداد کی جنگوں میں شرکت کی تھی چھٹی دے دی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے بدلے دوسری فوج تیار کی۔ اس لیے چھٹی دے دی کہ اب تم لوگ تھک گئے ہو گے، کافی بڑی مہمات کر کے آئے ہو۔ بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے دوسری فوج تیار کی اور انہیں حکم دیا کہ عِکْرِمَہ کے پرچم تلے شام کے لیے روانہ ہو جائیں۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 433 حاشیہ مطبوعہ مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

وہاں حضرت عِکْرِمَہؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور بڑی دلیری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اس کی تفصیل ان شاء اللہ شام کی مہمات میں بیان ہو جائے گی۔

پھر پانچویں مہم جو تھی حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو مُسَیلِمہ کی طرف یمامہ کے علاقے میں بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبداللہ بن مُطاع تھا اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ بعض لوگ انہیں کِندی اور بعض تمیمی کہتے ہیں۔ شُرَحْبِیل کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شُرَحْبِیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شُرَحْبِیلؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ میں آپؓ بنوزُرَیق کے مکانوں میں قیام پذیر ہوئے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں ستاسٹھ سال کی عمر میں طاعون عَمواس میں وفات پائی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 619-620، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے باوجود کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے حملہ نہ کرنا، انہوں نے جلدی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ کے آنے سے قبل ہی مُسَیلِمہ پر حملہ کر دیا تا کہ فتح کا سہرا انہی کے سر بندھے تاہم مُسَیلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس ناکامی کی اطلاع جب حضرت ابوبکرؓ کو دی تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں تنبیہی خط لکھا اور فرمایا کہ یہ شکست کا داغ لے کر مدینہ نہ آنا کہیں لوگوں میں بددلی نہ پھیل جائے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ حضرت عِکْرِمَہؓ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی۔ انہوں نے پیش قدمی بند کر دی اور حضرت ابوبکرؓ کو نئی ہدایات کے لیے مراسلہ بھیجا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔

(حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

حضرت ابوبکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو اور جس شخص یعنی مُسَیلِمہ کے مقابلے کے لیے تم کو بھیجا ہے سردست اس کا مقابلہ نہ کرو۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

پھر جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا تو حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا کہ جب خالد بن ولیدؓ تم سے آملیں اور یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضَاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں۔ صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس دن مدینہ تشریف لائے، آپؐ کی آمد کی وجہ سے اُس دن مدینہ کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا تھا اور جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوئے مدینہ کی ہر جگہ تاریک ہو گئی۔ (ترمذی باب فی وفات النبیؐ، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 64)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلاپالم، صوبہ تامل ناڈو)

(حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 24)

قُضَاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد تھا۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈیمی کراچی)

بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر سمیت رکے رہے تاہم مُسَیلِمہ نے ان پر اپنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی۔

اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی حضرت خالد بن ولیدؓ یمامہ کے راستے ہی میں تھے کہ مُسَیلِمہ کی فوج نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کی فوج سے نبرد آزمائی کی اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ نے بھی وہی غلطی کی جو اس سے قبل ان کے پیش رو حضرت عِکْرِمَہؓ کر چکے تھے یعنی مُسَیلِمہ پر فتح یابی کا مقام خود حاصل کرنے کے شوق میں آگے بڑھے لیکن انہیں بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا تاہم واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یمامہ کے لشکر نے اس خیال سے کہ کہیں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالدؓ سے مل کر انہیں نقصان نہ پہنچائیں آگے بڑھ کر لشکر پر حملہ کر دیا اور شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹانے میں کامیاب رہا۔ دونوں میں سے کوئی بات ہوئی ہو مگر واقعہ یہی ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچے اور تمام حالات و واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو سرزنش کی۔ حضرت خالدؓ کا یہ خیال تھا کہ اگر دشمن سے ٹکر لینے کی پوری طاقت نہ ہو تو بے شک اس وقت تک اس کے مقابلے سے گریز کیا جائے جب تک کہ مطلوبہ طاقت میسر نہ ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود دشمن سے جنگ چھیڑی جائے اور اس کے نتیجہ میں شکست کھانی پڑے۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 190 مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

بہرحال پھر بعد میں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر نگران مقرر کیا یعنی فوج کا جو اگلا حصہ تھا اس کا نگران انہیں بنایا اور میمنہ اور میسرہ دائیں اور بائیں پر زید بن خطاب اور ابوحُذَیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کو مقرر فرمایا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 355 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ بنو قُضاعہ کے باغیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عمرو بن عاصؓ سے جا ملے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ قُضاعہ کے مرتد باغیوں پر حملہ کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قبیلہ سعد اور بلق پر چڑھائی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ نے قبیلہ کلب اور اس کے تابع قبائل پر چڑھائی کی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 440 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان 2016ء)

چھٹی مہم جو ہے یہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عمرو بن عاصؓ کو دیا تھا اور ان کو تین قبائل قُضاعہ، ودیعہ اور حارث کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

قُضاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد ہے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ کا نام عمرو اور کنیت عبداللہ بن ابوعبداللہ یا بعض کے نزدیک ابومحمد تھی۔ آپؓ کے والد کا نام عاص بن وائل، آپ کی والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ کا اصل نام سلمیٰ تھا۔ نابغہ ان کا لقب تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری میں آپؓ کو عُمان کا عامل مقرر فرمایا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی منصب پر رہے۔ اس کے بعد آپؓ شام کی فتوحات میں شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فلسطین کے حاکم رہے۔ ان کے کارناموں میں سے ایک نمایاں کارنامہ مصر کی فتح بھی ہے۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مصر کی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر توکّل کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں، تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، اَے میرے اللہ! میں تیری عزّت کی پناہ چاہتا ہوں، تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، تُو مجھے گمراہی سے بچا، تُو زندہ ہے تیرے سوا کسی کو بقا نہیں، جِنّ و انس سب کیلئے فنا مقدّر ہے۔ (مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

(مسلم کتاب الذّکر) باب التعوّذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل)

حکومت سے معزول ہوئے اور فلسطین میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ امیر معاویہ نے آپ کو دوبارہ مصر کا حاکم بنایا اور تاوقت وفات آپ اسی خدمت پر متعین رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات 43 /ہجری میں ہوئی، بعض کے نزدیک 47 /ہجری میں ہوئی، بعض 48 / کہتے ہیں، بعض 51 /ہجری میں کہتے ہیں لیکن 43 /ہجری میں وفات والا قول عموماً درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 232 تا 234 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

حضرت عمرو بن عاصؓ بڑے خوش گفتار اور شیریں بیان خطیب تھے۔ قادر الکلام مدبر تھے، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عسکری مہموں میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ عمرو بن عاص، ان کے بیٹے عبداللہ اور اُمّ عبداللہ پر مشتمل خاندان کو بہترین گھرانہ قرار دیا گیا۔

(اٹلس سیرت نبوی صفحہ 386 دار السلام پاکستان)

ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو گیارہ علم تیار کرائے تھے ان میں سے ایک علم حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے بھی تھا۔

آپ نے انہیں قُضاعہ کے مرتدین سے جنگ کرنے کا کام سپرد کیا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی جنگ ذات السّلاسِلمیں قبیلہ قُضاعہ سے لڑ چکے تھے اور اس قبیلہ کے تمام حالات اور تمام راستوں سے بخوبی واقف تھے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو ذوالحجہ 8 /ہجری میں عُمان کے دو رئیسوں جُیفر اور عَبّاد پسران جُلندی کے پاس ایک تبلیغی خط دے کر روانہ فرمایا تھا۔ یہ سفارت نہایت کامیاب رہی اور اہل عُمان حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر آپ کو عُمان ہی میں زکوٰۃ کی وصولی کے کام پر مقرر فرما دیا۔ آپؓ عُمان ہی میں مقیم تھے کہ آپؓ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی۔ آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے بیشتر قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے عمرو بن عاص کو عُمان سے طلب فرمایا تو آپ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کی تعمیل میں عُمان سے مدینہ آ گئے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مترجم صفحہ 49 تا 53 مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور)

جب فتنۂ ارتداد اور بغاوت کے سد باب کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے گیارہ امراء مقرر فرمائے تھے تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا تھا کہ جب یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں۔

(حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیلؓ دونوں نے مل کر بنو قُضاعہ کے باغیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیا اور ان پر چھاپے مارنے لگے۔ اس کی تفصیل میں ایک مصنف لکھتے ہیں کہ بنو قُضاعہ خوشی سے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ دیگر قبائل کی طرح انہوں نے بھی خوف کے باعث یا مال و جاہ کی طمع میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کے دل اسلام کی محبت سے خالی تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جونہی انہیں مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بارگاہِ خلافت سے حکم ملتے ہی عمرو بن عاص اپنے لشکر کے ساتھ اسی رستے سے جُذام کی جانب روانہ ہوئے جس سے پہلے گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بنو قُضاعہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ مقابلہ شروع ہوا گھمسان کا رَن پڑا۔ پہلے کی طرح اب بھی قُضاعہ کو شکست کھانی پڑی اور حضرت عمرو بن عاصؓ ان سے زکوٰۃ لے کر اور انہیں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنا کر مظفر و منصور مدینہ واپس آ گئے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

باقی جو مہمات ہیں ان کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہوگا۔

(الفضل انٹرنیشنل 08 جولائی 2022ء صفحہ 5 تا 9)

......☆......☆......☆......☆......☆......

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ مُحمّد ﷺ

کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عجب نوریست در جانِ محمدؐ　　عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف　　کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را　　کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم　　کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار ست صد بار　　کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خُدا خود سوزد آں کِرمِ دنی را　　کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس　　بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت　　بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش　　محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ　　دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم　　نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند　　نتابم رُو زِ ایوان محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے　　کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ
بسے سہلست از دُنیا بریدن　　بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من　　کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم　　کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم　　کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید　　نخواہم جز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید　　کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آن خوش مرغ از مرغانِ قدسم　　کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق　　فدایت جانم اَے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ　　نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را　　کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ
اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ　　بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم　　بجو در آل و اَعوانِ محمدؐ
اَلا اے منکر از شانِ محمدؐ　　ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشان است　　بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:
ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے　　کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا　　نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
طالب دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت　　اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام　　دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
طالب دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2021

سربراہانِ ریاست کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

(محمد انعام غوری، ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا

(سورۃ النساء آیت 59)

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سُننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

(سورۃ الحج آیت 42)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخشیں تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک باتوں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام خُدا کے ہاتھ میں ہے۔

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰى ○

(سورۃ طٰہٰ آیات 119 تا 120)

ترجمہ:۔ تیرے لئے مقدّر ہے کہ نہ تو اس میں بُھوکا رہے اور نہ ننگا۔ اور یہ بھی کہ نہ تُو اس میں پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے۔

ان تین آیات میں جن کی خاکسار نے تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا ہے ان میں کسی بھی ریاست کے عوام اور حکام خواہ وہ کسی طرزِ حکومت سے تعلق رکھنے والے ہوں، دونوں کیلئے واضح پیغام اور لائحہ عمل دیا گیا ہے۔

عوام کیلئے یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ انتخابات کا جمہوری عمل کلیۃً دیانتداری پر مبنی ہونا چاہئے۔ ایسے حکام منتخب یا نامزد کرنے کی دیانتدارانہ کوشش ہونی چاہئے جو نہ صرف دیانتدار ہوں بلکہ قومی ذمہ داری کو ادا کرنے کے اہل بھی ہوں اور جب حکومت قائم ہوجائے تو سربراہانِ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ کامل عدل وانصاف کے ساتھ بِلا امتیاز مذہب وملّت اور رنگ ونسل کی تفریق کے بغیر رعایا کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کریں۔

عوام کے حقوق میں سے مقدم طور پر بُنیادی ضروریات کی فراہمی کا انتظام کرنا ہے اور کم از کم بُنیادی ضرورت یہ ہے کہ کوئی فرد بھوکا نہ رہے اور پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کی کوشش کی جائے اور تن ڈھانکنے کیلئے لباس اور رہنے کیلئے حکومت کے وسائل کے مطابق مکان مہیا کیا جائے۔ اور اس غرض کیلئے اسلام نے زکوٰۃ اور جزیہ کا نظام جاری کیا ہے۔

اس کے بعد حکومت کا فرض ہے کہ عوام کے عقیدہ اور مسلک کے مطابق اُنہیں عبادت کرنے کی آزادی دی جائے اور مساجد، گرجے اور سینگاگ اور منادر کے احترام اور تحفظ کا انتظام کیا جائے اور ایسا معاشرہ اُستوار کرنے کی کوشش کی جائے جس میں عوام اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی حُسنِ سلوک اور اخلاق اور انصاف کی نصیحت کرتے رہنے کے عادی ہوجائیں اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو تمام ناپسندیدہ اُمور سے خواہ دُنیوی ہوں یا دینی، اخلاقی ہوں یا معاشی یا اقتصادی روکنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد آیئے اب سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ریاست کے سربراہ ہونے کے لحاظ سے کیا اُسوۂ حسنہ تھا اس کا جائزہ لینے کیلئے مدینہ منورہ کی ریاست پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

دعویٰ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں انتہائی مصائب وآلام سے بھرپور تیرہ (13) سال گُزارنے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یثرب کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ اور مدینہ پہنچنے کے بعد جو سب سے پہلی فکر آپ کو لاحق ہوئی وہ باجماعت نمازوں کی ادائیگی کیلئے مسجد کی تعمیر کے متعلق تھی۔ چنانچہ پہلے ’قبا‘ مقام پر جہاں آپکا کچھ دن قیام رہا پہلی مسجد وہاں تعمیر کی اور پھر مدینہ میں ورودِ مسعود کے ساتھ دو یتیم لڑکوں سے زمین خرید کر مسجد نبوی کی بُنیاد رکھی اور نہایت سادہ لیکن وسیع وعریض مسجد کھجور کی ٹہنیوں کی چھت والی تعمیر کروائی۔ اس طرح اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ کے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں نماز باجماعت کے قیام کا انتظام فرمایا اور پھر ریاست مدینہ کے نظم ونسق کے سنبھالنے کی طرف توجہ فرمائی۔

یادرکھنا چاہئے کہ مدینہ کی ریاست بھی کوئی پھولوں کی سیج نہیں تھی اور نہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کے عوام کی اکثریت کے ووٹوں سے جیت کر مدینہ کی ریاست کے سربراہ بنے تھے بلکہ چند گِنتی کے مُریدانِ باوفا تھے جو اسلام کے پیغام اور آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ سے متاثر ہوکر یثرب تشریف لانے کی درخواست کررہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مشیت اس بستی کو مدینۃ الرّسول بنانے میں کارفرما تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ بے سروسامانی کی حالت میں چھپتے چھپاتے اپنے ایک ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ وہاں ورود فرما ہوئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یثرب کے چند انصار کے دلوں میں ایسی محبت اور ایسی جانثاری کے جذبات پیدا کردیئے کہ ہر کوئی آرزو مند تھا کہ آنحضرت ﷺ ہمارے گھر کو برکت بخشیں۔ پھر کچھ ہی عرصہ میں مکہ سے آنحضرت ﷺ کے اہلِ بیت اور صحابہؓ ہجرت کرکے مدینہ آپہنچے۔ سب سے پہلے ان مہاجرین کا جو اپنا مال واَسباب چھوڑ کر خالی ہاتھ پہنچ رہے تھے اُن کی آبادکاری کا مسئلہ تھا جبکہ خود آنحضرت ﷺ ایک پردیسی کی حیثیت میں وہاں ورود فرما ہوئے تھے اور کوئی حکومت تھی نہ کوئی خزانہ یا بیت المال ساتھ تھا۔ ان نامساعد حالات میں آنحضرت ﷺ نے یہ پُرحکمت کاروائی فرمائی کہ مکہ کے ایک ایک مہاجر کا مدینہ کے ایک ایک انصار کے ساتھ مواخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ یہ بھائی چارہ ایسا مثالی رشتہ ثابت ہوا کہ بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائی کو کہہ دیا کہ یہ میرا مال وجائیداد ہے اس میں نصف تمہارا حصہ ہے اور اخلاص ومحبت میں یہاں تک پیشکش کردی کہ میری دو بیویاں ہیں ایک کو مَیں طلاق دیتا ہوں، عدّت گُزرنے کے بعد تم اُس سے شادی کرلینا لیکن اُس مہاجر بھائی نے کہا تمہارا مال واسباب اور اہل وعیال تمہارے لئے مبارک ہو مجھے صرف بازار کا رستہ بتادو اور کچھ رقم قرض دیدو۔ چنانچہ پھر جلد ہی نہ صرف وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے بلکہ اوروں کے بھی سہارا بننے کے قابل بن گئے۔ یہ تو تھے مدینہ کے مسلمان صحابہ جو انصار کہلاتے تھے اور مکہ کے مسلمان صحابہ جو مہاجر کہلاتے تھے اور اُن کے مابین یکجہتی اور اخوت کی مثالی اور پُرحکمت کاروائی کی مختصر روئداد۔

اب آگے دیکھتے ہیں اس ریاست میں اَور کون کون سی قومیں اور قبائل آباد تھے اُن کو ساتھ ملانے اور یکجہتی پیدا کرنے اور ایک نظام کے تابع کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تدابیر اختیار کیں مدینہ میں اُس وقت یہود کے تین قبائل بنوقینقاع۔ بنو نضیر اور بنوقریظہ مقیم تھے۔ دو قبائل بُت پرستوں کے اوس اور خزرج موجود تھے۔

ان پانچوں قبائل میں نظم ونسق نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ خاص طور پر یہود کے تین قبائل آزاد اور خود مختار رنگ میں الگ الگ قلعوں میں بود وباش رکھتے تھے۔

دوسری طرف قریشِ مکہ آنحضرت ﷺ اور اکثر آپ کے ساتھیوں کے مدینہ ہجرت کرجانے اور مدینہ میں مسلمانوں کے طاقت پکڑ جانے کی وجہ سے پیچ وتاب کھا رہے تھے اور اپنی طاقت اکٹھا کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ جب بھی موقع ملے مدینہ پر حملہ آور ہوکر مسلمانوں کو وہاں سے بھی بے دخل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

پس اندرون اور بیرون مدینہ کے یہ حالات آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کیلئے خواہ وہ انصار ہوں یا مہاجر سکھ چین والے نہیں تھے حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہؓ بھی آرام کی نیند نہ سوسکتے تھے تاہم کم از کم اندرون ریاست مسلمانوں اور دیگر غیر مسلم قبائل بالخصوص یہود کے قبائل کے ساتھ صلح وامن کے ماحول میں رہنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی دوراندیش نگاہ نے ایک تحریری معاہدہ کرنا ضروری سمجھا جسکی شرائط کچھ اس طرح تھیں کہ:

(1) مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہیں لیں گے۔

(2) ہر قوم کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

(3) تمام شہریوں کی جان ومال محفوظ ہوں گے۔

(4) ہر قسم کے اختلافات اور تنازعات کیلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رجوع کریں گے اور ہر ایک کا فیصلہ اُس قوم کی اپنی شریعت کے مطابق کیا جائے گا۔

(5) اگر یہودیوں یا مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو یہود ومسلمان ایک دوسرے کی حمایت اور امداد کیلئے کھڑے ہوں گے۔

(6) اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو سب مِل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

(7) قریشِ مکہ اور اُن کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی۔

(8) کوئی فریق آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر جنگ کیلئے نہیں نکلے گا۔

(9) اس معاہدہ کے مطابق کوئی ظالم یا فسادی سزا سے یا انتقام سے محفوظ نہیں ہوگا۔

اگرچہ بعد کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ مذکورہ یہودی قبائل بعض معاہدات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے رہے اور قبیلہ اوس اور خزرج کے بعض مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ رہنے میں عافیت سمجھ کر بظاہر اسلام قبول کرلیا لیکن ان کے دلوں میں ایمان نے جھانک کر بھی نہیں دیکھا تھا بلکہ یہ ہر نازک موقع پر اپنی منافقت کا رنگ دکھاتے رہے تاہم اس معاہدہ کی رُو سے مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہوگئے اور مدینہ میں ایک قسم کی منظّم حکومت کی بُنیاد قائم ہوگئی جسکے سربراہ آنحضرت ﷺ قرار پائے۔

پس ایسے نامساعد حالات میں آنحضرت ﷺ کا نہایت پُرحکمت طریق پر ریاستِ مدینہ کا نظم ونسق سنبھالنا اور پھر اپنے اعلیٰ اخلاق اور رواداری اور مساوات اور کامل عدل وانصاف کے ذریعے مدینہ

منورہ کو ایک مثالی ریاست بنا دینا آنحضرت ﷺ کا ایسا قابلِ تقلید نمونہ ہے جو ہر اُس سربراہ کیلئے بھی جو اپنے ہی ملک میں اپنے ہی عوام کی اکثریت کے اتفاق رائے سے منتخب یا نامزد ہو گیا ہو ایک مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اب خاکسار آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ قطع نظر آپ کے روحانی مرتبہ ومقام کے، وہ کونسے خاص امور ہیں جنکی وجہ سے آنحضرت ﷺ ایک مقبول اور کامیاب سربراہِ مملکت نظر آتے ہیں اور چند باغیوں اور منافقوں کو چھوڑ کر اس ریاست کے عوام آپؐ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

سب سے پہلی خصوصیت جو اُبھر کر سامنے آتی ہے وہ مذہبی آزادی اور رواداری ہے۔ بالخصوص ایک ایسی ریاست جس میں مختلف مذاہب اور مسلکوں سے تعلق اور عقیدت رکھنے والوں کی ہو، وہاں ہر ایک کو اپنے عقیدہ اور مَسلک کے اظہار اور پُرامن تبلیغ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی آزادی ہو اور کسی کی دلآزاری کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہو۔ چنانچہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مدینہ میں جہاں خدائے واحد لاشریک اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور قرآنی شریعت پر عمل کرنے والے مسلمان تھے وہاں موسوی شریعت تورات پر عمل کرنے والے یہودی اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے عیسائی اور بُت پرست مشرک اقوام بھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جو معاہدات فرمائے تھے اُسکے مطابق عملدرآمد کرتے ہوئے آپؐ نے ہر ایک کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور ایک مسلّمہ سربراہ ہونے کی حیثیت سے جس مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے تنازعات آپ کے سامنے پیش ہوتے اُن کی اپنی شریعت اور عقیدہ کے مطابق اُن کے فیصلے فرماتے تھے۔

قرآن کریم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کے سوا اَور ہستیوں اور چیزوں کی پوجا کرتے ہیں تم اُن کو بھی بُرا مت کہو ورنہ وہ بھی دُشمنی کی راہ سے نادانی میں اللہ کو گالی دیں گے۔ (سورۃ الانعام آیت 109)

مشرکینِ مکہ نے غزوۂ اُحد کے موقع پر مسلمان شہداء کی نعشوں کی بے حُرمتی کی تھی اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ تک چبایا گیا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے کبھی اس کا بدلہ لینے کا نہیں سوچا بلکہ ہمیشہ اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک ہی کیا۔

حضرت حسن بن اسودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر مقتولین میں کچھ بچوں کی نعشیں بھی پائی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب استفسار فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مشرکوں کے بچے ہی تو تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج تم میں سے جو بہترین لوگ ہیں وہ بھی کل مشرکوں کے بچّے ہی تو تھے۔ یاد رکھو! کوئی بھی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے بعد اُسکے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 6، صفحہ 24، بیروت)

دوسری اہم خصوصیت ایک سربراہِ مملکت کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے کمال عدل وانصاف کا وہ طریق ہے جو امنِ عالم کا ضامن ہے۔ آج جسقدر بھی دُنیا میں بے چینی اور بدامنی نظر آتی ہے اُس کا بڑا سبب عدل وانصاف کا فقدان ہے۔ اسلام تو صرف اپنوں سے نہیں بلکہ غیروں اور دُشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس بارے میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ بے مثال نمونوں سے مزین ہے۔ وقت کی رعایت سے صرف دو واقعات پیش کروں گا۔

جن اقوام کے اخلاق زوال پذیر ہونے لگتے ہیں اُن میں جانبداری اور بے انصافی راہ پانے لگ جاتی ہے۔ اور یہ رواج عام ہو جاتا ہے کہ بڑے لوگ تو قانون کے خلاف عمل کر کے بھی بچ جاتے ہیں اور صرف غرباء اور بے سہارا لوگ ہی سزا پاتے ہیں لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن اور رؤوف ورحیم ہونے کے باوجود احکامِ شریعت کے نفاذ میں بیحد غیرت رکھتے اور عدل وانصاف کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت درج ہے کہ

’’قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی اس پر لوگوں نے چاہا کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اس عورت کے معاملے میں نرمی کی سفارش کی جائے چنانچہ اُسامہ بن زید جو رسول کریم ﷺ کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے ان کو تیار کیا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں نرمی کی درخواست کردی۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس امر کو بہت بُرا منایا اور غصہ سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے مگر جب کوئی غریب چوری کرتا تو اُس کے ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ مگر میرا یہ حال ہے کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو مَیں اُسکا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔‘‘

اَللّٰھمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّم

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ قیدیوں کی نگرانی جب حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے حضرت عباسؓ سمیت سب قیدیوں کی مشکیں اچھی طرح کس دیں جو مسجد نبوی کے احاطے میں ہی تھے۔ جس سے حضرت عباسؓ کراہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے کراہنے کی آواز سُنی تو بے چین ہوئے اور آپ ﷺ کی نیند اُڑ گئی۔ انصار کو کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے حضرت عباسؓ کی مشکیں ڈھیلی کر دیں جسکی وجہ سے اُن کا کراہنا بند ہو گیا اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عباس کے کراہنے کی آواز کیوں نہیں آرہی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم نے آپ ﷺ کی تکلیف کے خیال سے ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تو انصاف کے خلاف بات ہے۔ یا تو باقی قیدیوں کی رسیاں بھی ڈھیلی کر دو یا پھر عباس کی رسیاں بھی کَس دو۔ اس پر صحابہ نے تمام قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔

پھر ایک خصوصیت یہ سامنے آتی ہے کہ ہمارے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ اہم نکتہ بھی سمجھایا کہ ایک کامیاب قائد ایک کامیاب سربراہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر نازک مرحلہ پر قوم کی رہنمائی کیلئے ہمہ وقت تیار رہے اور جس حد تک ممکن ہو موقع پر پہنچ کر رہنمائی کرے اور قوم کی حوصلہ افزائی کرے اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

غزوہ خندق کے موقع پر حفاظتی اور جنگی نقطۂ نظر سے مدینہ کے اِردگرد خندق کھودی جارہی تھی۔ صحابہؓ کی حالت یہ تھی کہ بھوک کی تکلیف کو کم کرنے کی غرض سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ کھدائی کے دوران ایک چٹان ٹُوٹ نہیں رہی تھی صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صورتحال پیش کر کے رہنمائی چاہی۔ آنحضرت ﷺ فوراً موقع پر پہنچے جبکہ آپ ﷺ نے بھی بھوک کی شدّت کو کم کرنے کیلئے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے اس حالت میں بھی آپ نے کُدال اپنے ہاتھ میں لے کر اُس چٹان کو تین ضربیں لگا کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور خدا کی قدرت کہ اس کمزوری اور بے سروسامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے ہر ضرب پر اِردگرد کی عظیم سلطنتوں پر مسلمانوں کے غلبہ کا نظارہ دکھایا اور ہر ضرب پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے صحابہؓ کو خوشخبری سُنائی کہ شام واِیران اور صنعاء ویمن کے محلات کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی اپنی زندگی میں اسلام جزیرۂ عرب میں غالب آچکا تھا اور آپ کے وصال کے (9) سال کے اندر اندر سارے عرب پر مسلمانوں کی بادشاہت قائم ہو چکی تھی۔

ایک اَور اہم خصوصیت یہ اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ریاست مدینہ کے سربراہ بَننے سے پہلے اور بعد کی زندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مکی زندگی کی کسمپرسی اور بے سروسامانی کے زمانہ میں جو آپ کا رہن سہن تھا، مدینہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد بھی اُس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ جبکہ ایک طرف ایرانی حکومت کے سربراہان کی شان وشوکت اور رُعب ودبدبہ کُل ایشیا پر قائم تھا اور دوسری طرف رومی حکومت اپنے مغربی جاہ وجلال اور عیش وعشرت کا نمونہ پیش کر رہی تھی اور ان ہر دو مقتدر حکومتوں کے درمیان خود عرب کے قبائل بھی غلاموں کی خادمانہ جی حضوری میں اپنی بساط سے بڑھ کر اپنی رئیسانہ شان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

ایسے ماحول میں سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادہ اور بے تکلّف زندگی میں کوئی بدلاؤ نظر نہیں آتا بلکہ اپنے صحابہؓ اور مدینہ کی رعایا کی خوشحالی اور اُن کی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کی فکر میں اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر مزید تنگیاں وارد فرماتے رہے۔ گھر کے کام کاج کیلئے کوئی نوکر نہ رکھا اور خود ہی سب کام کر لیتے تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے آپ نے جواب دیا یَکُوۡنُ فِیۡ مِھۡنَۃِ اَھۡلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ یعنی گھر میں اپنے اہل کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کیلئے باہر چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

کیسا بے مثال نمونہ ہے کیا کوئی انسان ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کاج کیلئے ایک نوکر بھی نہ رکھا ہو جبکہ مُلکِ عرب کا بادشاہ ہو کر آپ ﷺ لاکھوں روپیہ اور مویشیوں کے ریوڑ ضرورتمندوں میں تقسیم فرماتے رہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس ستر ہزار درہم آئے ایک اَور روایت میں (90) ہزار درہم کا ذکر ملتا ہے۔ یہ درہم آپ نے چٹائی پر رکھوائے اور بانٹنے کیلئے کھڑے ہوئے اور اِن کو تقسیم کر کے ہی دم لیا۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ابن الجوزی، صفحہ 447، بیروت)

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ ﷺ نے بکریوں سے بھری ایک وادی اُسے عطا فرمادی۔ اُس نومسلم نے آپؐ سے وادی کے درمیان کی زمین کا بھی مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے زمین کی چراگاہیں اور بکریوں کے ریوڑ سمیت سب کچھ اُسے ہبہ کر دیا۔ وہ شخص اپنی قوم میں واپس لوٹا تو کہنے لگا اَے میری قوم! تم سب مسلمان ہو جاؤ محمد مصطفیٰ ﷺ تو اِتنا دیتے ہیں کہ فقر وفاقہ سے کبھی نہیں ڈرتے۔

(مجمع الزوائد ہیثمی، جلد 9، صفحہ 13، بیروت)

مگر اپنی ذات اور اپنے اہلِ بیت کو قومی خزانے سے استفادہ کرنے سے ہمیشہ روکے رکھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپؐ کے نواسے حضرت امام حسینؑ نے جو چھوٹی عمر کے تھے کھجور کی ڈھیر میں سے ایک دو کھجوریں اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیں۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اپنی اُنگلی اُن کے مُنہ میں ڈال کر وہ کھجوریں نکال دیں اور فرمایا نہیں بیٹے یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں اور صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں۔

اور گھر کی حالت یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے اپنے بھانجہ حضرت عروہؓ سے

فرمایا: ’’اے میرے بھانجے! ہم لوگ تو دیکھا کرتے تھے ہلال کے بعد ہلال حتیٰ کہ تین تین ہلال دیکھ لیتے یعنی دو دو ماہ گزر جاتے مگر آنحضرت ﷺ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے خالہ! پھر آپ لوگ کیا کھاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ اَسْوَدَانِ یعنی کھجور اور پانی سے گزارہ کیا کرتے تھے۔ ہاں اتنی بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے اِردگرد انصار ہمسایہ تھے اور ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں وہ آپ ﷺ کو ان کا دودھ بطور ہدیہ بھجوا دیا کرتے تھے جو آپؐ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی چہیتی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کا یہ حال تھا کہ گھر میں چکّی پیستے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے جب پتہ لگا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں تو انہوں نے خواہش کی کہ ایک غلام اُنہیں بھی دے دیا جائے تا گھر کے کام کاج میں کچھ سہولت ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ رات کے وقت اپنی بیٹی اور داماد کے پاس پہنچے اور ان کے درمیان بستر پر ہی بیٹھ کر نہایت پیار سے سمجھایا کہ مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتا دوں جو اُس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کا ورد کرو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہوگا۔

اور یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف قومی خزانہ کا روپیہ ہی نہ رہتا تھا کہ جس میں سے اپنی ذات اور اہلِ بیت پر خرچ کرنا گناہ سمجھتے تھے بلکہ خود آپ کی ذات کیلئے بھی آپ کے پاس بہت مال آتا تھا اور صحابہؓ اپنے اخلاص اور عشق کے سبب بہت سے تحائف پیش کرکے درخواست اور خواہش کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی ذات اور اہل وعیال کیلئے استعمال کریں اگر آپؐ اس خیال سے کہ آپ کے بعد آپ کے اہل وعیال کس طرح گزارا کریں گے معقول رقم اور جائیداد جمع کر جاتے تو بھی کوئی اعتراض والی بات نہ تھی لیکن آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کے گھر کی جو حالت تھی اُسکا نقشہ عَمرو بن حارثؓ کی اس روایت سے واضح ہو جاتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے اپنی وفات کے وقت کچھ نہیں چھوڑا نہ کوئی درہم نہ دینار نہ غُلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اَور چیز سوائے اپنی سفید خچر اور اپنے ہتھیاروں کے اور ایک زمین کے جسے آپؐ صدقہ میں دے چکے تھے۔

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سات دینار حضرت عائشہؓ کے پاس رکھوائے تھے۔ آخری بیماری میں فرمایا اے عائشہ! وہ سونا جو تمہارے پاس تھا کیا ہوا؟ عرض کیا میرے پاس ہے۔ فرمایا صدقہ کر دو۔ پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہؓ آپ کے ساتھ مصروف ہوگئیں۔ جب ہوش آئی تو پوچھا کیا وہ سونا صدقہ کر دیا؟ عرض کیا ابھی نہیں کیا۔ آپ نے وہ دینار منگوا کر اپنے ہاتھ پر رکھ کر گنے اور فرمایا محمدؐ کا اپنے ربّ پر کیا توکّل ہوا اگر خدا سے ملاقات اور دُنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ دینار اُسکے پاس ہوں۔ پھر وہ دینار صدقہ کر دیئے اور اُسی روز آپ کی وفات ہوگئی۔ (مجمع الزوائد ہیثمی، جلد 3، صفحہ 124، بیروت)

اللّٰھم صلِّ علی محمّدٍ وال محمّدٍ وبارِك وسلِّم

آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام آپ ﷺ کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے سو آنجناب نے ان سب کو خُدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کرکے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے اُن کو اُن کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کیلئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کیلئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کیلئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دُنیا کی دولتیں بکثرت اُن کو دی گئیں پر آنحضرت ﷺ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دُنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو اَمیری پر اختیار رکھا اور اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے بجُز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 276 تا 292 حاشیہ نمبر 11)

سو کسی بھی ریاست کے سربراہ اور حُکّام کیلئے آپ کی ذاتی اور عائلی زندگی کی یہ بصیرت افروز روئداد مشعلِ راہ ہے اسکے بغیر وہ عوام اور رعایا کے حقوق کی صحیح رنگ میں نہ نگہداشت کر سکتے ہیں اور نہ بجا آوری کر سکتے ہیں۔

آج کے حکمرانوں کا اور تو اور مسلمان حکمرانوں کا قومی خزانوں کے ذاتی اور عائلی اغراض کیلئے بے جا و بے حساب استعمال کا جو حال پڑھنے، سننے اور دیکھنے کو ملتا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کو سمجھ عطا کرے اور ہمارے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے ہزارویں حصہ پر ہی عمل کرنے کی توفیق مل جائے تو رعایا کے احوال دُرست ہو سکتے ہیں۔

سامعین کرام! ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسلام کی اس امن بخش تعلیم اور محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونوں کے حوالے سے آج دُنیا کے ترقی یافتہ بڑے بڑے ممالک کے دیوانوں میں کھڑے ہو کر عدل وانصاف قائم کرنے اور عالمی بے چینی اور بدامنی اور انتہاپسندی کو روکنے اور تیسری جنگ عظیم کے بادل جو سر پر منڈلا رہے ہیں اُن سے بچنے کیلئے عالمی سربراہوں کو متنبہ فرما رہے ہیں۔

آخر پر ان میں سے صرف دو اقتباس پیش کرکے اپنی تقریر کو ختم کروں گا۔ 27 جون 2012ء کو کیپٹل ہِل واشنگٹن ڈی سی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کانگریس وسینٹ کے اہم اراکین، وہائٹ ہاؤس کے سٹاف اور غیر سرکاری تنظیموں کے رہنماؤں اور مختلف ممالک کے سفیروں کی موجودگی میں خطاب فرمایا اس میں آپ نے فرمایا:

’’جنگِ عظیم اوّل کے اختتام کے بعد بعض ممالک کے رہنماؤں کی یہ خواہش تھی کہ مستقبل میں اچھے اور پُرامن بین الاقوامی تعلقات قائم ہوں۔ چنانچہ عالمی امن کے قیام کی ایک کوشش کے طور پر لیگ آف نیشنز قائم کی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد دنیا میں امن قائم کرنا اور آئندہ جنگوں کو روکنا تھا۔ بدقسمتی سے اس لیگ کے اصول اور اسکی قراردادوں میں بعض نقائص اور خامیاں تھیں۔ چنانچہ وہ تمام اقوام کے حقوق کا صحیح رنگ میں مساویانہ تحفظ نہ کر سکے۔ اس عدم مساوات کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیرپا امن قائم نہ ہو سکا۔ لیگ کی کوششیں ناکام ہوگئیں اور اس کے براہِ راست نتیجہ کے طور پر جنگ عظیم دوئم برپا ہوئی۔ اسکے بعد جو بے مثل تباہی اور بربادی ہوئی ہم سب اس سے آگاہ ہیں جس میں قریباً سات کروڑ پچاس لاکھ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے جن میں ایک بڑی تعداد معصوم شہریوں کی تھی۔ یہ جنگ دُنیا کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہونی چاہئے تھی۔ اسکے نتیجہ میں ایسی پالیسیاں بننی چاہئیں تھیں جن کے ذریعہ انصاف کی بنیاد پر تمام فریقین کو ان کے جائز حقوق ملتے اور اس طرح یہ تنظیم عالمی امن کے قیام کا ایک ذریعہ ثابت ہوتی۔ اس وقت کی حکومتوں نے بلاشبہ ایک حد تک قیام امن کی کوششیں کیں اور اسطرح اقوامِ متحدہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ تاہم جلد ہی یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اقوام متحدہ کا اعلیٰ اور بہت اہم بنیادی مقصد پورا نہ ہو سکا۔‘‘

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 74 تا 75)

اسی طرح 11/جون 2013ء کو پارلیمنٹ ہاؤس لندن میں بیان فرمودہ خطاب میں فرمایا:

’’وقت کی اہم ضرورت ہے کہ عالمی امن اور ہم آہنگی کے قیام کی کوشش میں سب لوگ ایک دوسرے کا اور تمام مذاہب کا احترام قائم کریں بصورت دیگر خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

دُنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے۔ لہٰذا باہمی احترام کے فقدان اور امن کے فروغ کیلئے باہمی اتحاد پیدا نہ ہونے کی صورت میں صرف مقامی آبادی یا شہر یا کسی ایک ملک کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ درحقیقت یہ تمام دُنیا کی تباہی پر منتج ہوگا۔ ہم سبھی پچھلی دو عالمی جنگوں کی ہولناک تباہیوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ بعض ممالک کی پالیسیوں کی وجہ سے ایک اَور عالمی جنگ کے آثار دُنیا کے اُفق پر نمودار ہو رہے ہیں۔ اگر عالمی جنگ چھڑ گئی تو مغربی دُنیا بھی اس کے دیر تک رہنے والے تباہ کُن نتائج سے متاثر ہوگی۔ آئیں خود کو اس تباہی سے بچالیں۔ آئیں اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو جنگ کے مہلک اور تباہ کُن نتائج سے محفوظ کر لیں کیونکہ یہ مہلک جنگ ایٹمی جنگ ہی ہوگی اور دُنیا جس طرف جا رہی ہے اس میں یقینی طور پر ایک ایسی جنگ چھڑنے کا خطرہ ہے۔ ان ہولناک نتائج سے بچنے کیلئے انصاف، دیانتداری اور ایمانداری کو اپنانا ہوگا اور وہ طبقے جو نفرتوں کو ہوا دے کر امنِ عالم کو تباہ کرنے کے درپے ہیں ان کے خلاف متحد ہو کر اُنہیں روکنا ہوگا۔

میری خواہش اور دلی دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑی طاقتوں کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض انتہائی منصفانہ اور درست طریق پر نبھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔‘‘

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 129)

وآخر دَعوانَا اَنِ الحمدُ للہِ رَبِّ العَالَمِین

......☆......☆......☆......

ظہور خیر الانبیا ﷺ

کلام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی — جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی گمراہی پہ گمراہی — ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفان مفاسد میں غرق ہوگئے بحر و برّ — ایرانی و فارانی رومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّیٰ سے اِک نور کا تخت اُترا — اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر — پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل — اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اُس کا

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2021

مالی قربانی کی اہمیت

(سیرت صحابہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں)

(رفیق احمد بیگ، ناظر بیت المال آمد، صدر انجمن احمدیہ قادیان)

قابل احترم صدر اجلاس اور معزز سامعین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خاکسار کی تقریر کا عنوان ہے ''مالی قربانی کی اہمیت سیرت صحابہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں''

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مالی قربانی کی اہمیت و برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

(سورۃ البقرہ آیت 262)

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (سورۃ البقرہ آیت 266)

(ترجمہ) ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کیلئے خرچ کرتے ہیں ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

ان ہر دو آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح رنگ میں فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا کبھی مال خرچ کرنے کے نتیجہ میں ضائع نہیں ہوتا اور نہ کبھی نقصان اٹھاتا ہے بلکہ اسکے مال میں غیر معمولی برکت دی جاتی ہے۔ جس طرح ایک دانہ زمین میں بونے کے نتیجہ میں اسکی سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سے سو دانے ہوں تو سات بالیوں میں سات سو دانے نکلتے ہیں بلکہ اللہ نے اگر چاہا تو اس سے زیادہ نکل سکتے ہیں اور موجودہ سائنسی دور میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک دانے سے کئی سو دانے نکالے جاسکتے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو یہ یقین دلاتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کسی بھی نیک کام میں مال خرچ کرو گے تو تمہارے اموال کم نہیں ہوں گے اور نہ کبھی باغ ضائع ہوں گے اور نہ تجارت ضائع ہوگی اور نہ نقصان اٹھاؤ گے بلکہ ہر کام میں غیر معمولی برکتیں حاصل ہوں گی۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پہ نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

معزز سامعین! دور اول کے مؤمنین نے مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان برکات سے فائدہ اٹھایا جن برکات کا مختصراً ان دو آیات میں بیان ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اپنی بے مثال قربانیوں اور ایثار اور والہانہ عشق و محبت کے ذریعہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مقام حاصل کر کے رہتی دنیا کیلئے ایک بے مثال نمونہ قائم کر دیا اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی آنحضرت ﷺ کا دور دنیا کی تاریخ کا زریں دور تھا کیونکہ یہ وہی صحابہ کرام تھے جنہوں نے اللہ کی آواز یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ اے ایمان والو تم اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ سنتے ہی یہ کہتے ہوئے کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں آپ کے قدموں میں اپنی زندگیاں قربان کر دی تھیں۔

جب مالی قربانی کا مطالبہ ہوتا تھا تو صحابہ بھاگتے ہوئے اپنے گھروں سے جو بھی میسر ہوتا لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیتے۔ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ لگی رہتی تھی۔ ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھر سے مال لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے عمر تم کیا لے کر آئے ہو تو آپ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ میں اپنے مال کا نصف لے آیا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں اپنا کُل مال لے آیا ہوں اور گھر میں اللہ اور اللہ کے رسول کا ذکر چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زید کے پاس جائیداد بہت قلیل تھی۔ اور نہایت تنگی کے ساتھ بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ اسلام کیلئے مال کی ضرورت تھی جسے پورا کرنے کیلئے چندہ کی تحریک کی گئی۔ حضرت عبداللہ کے پاس گو مال کی کمی تھی لیکن دل میں ایمانی حرارت موجود تھی اس سے مجبور ہو کر آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا آپ نے سب کا سب خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ ان کے باپ نے آکر آنحضرت ﷺ سے شکایتاً اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا ہے لیکن اب تمہارے باپ کی میراث کے طور پر تم کو واپس کرتا ہے۔ تم اس کو قبول کر لو۔

حضرت طلحہؓ نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ جنگِ بدر میں خوب جاں نثاری کے ساتھ رسول کریم ﷺ کیلئے سینہ سپر رہے۔ لیکن مالی قربانی کے لحاظ سے بھی آپ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ عہد کر رکھا تھا کہ غزوات کے مصارف کیلئے اپنا مال پیش کیا کریں گے۔ چنانچہ اس عہد کو استقلال اور استقامت کے ساتھ نبھایا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب مسلمان عام طور پر تنگی میں مبتلا تھے اور سامان جنگ کی فراہمی کیلئے سخت دقت درپیش تھی، آپ نے ایک گراں قدر رقم پیش کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے آپ کو فیاض کا خطاب دیا۔

جب قرآن کریم کی آیت کریمہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ یعنی کچھ آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا اس کو سچا کر دکھایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ طلحہؓ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو۔ اور جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کا نزول ہوا تو اس وقت بھی قابل تقلید نمونہ پیش کرتے ہوئے بیرحاء کا باغ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جوانی کے وقت اسلام قبول کیا۔ آپ بہت بڑے تاجر اور بہت بڑے مالدار تھے لیکن دولت سے پیار بالکل نہ تھا بلکہ اسے راہ خدا میں خرچ کرنے میں ہی خوشی محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو اس میں سات سو اونٹوں پر گیہوں، آٹا اور دیگر اشیاء خوردنی بار تھیں۔ چونکہ یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ تمام مدینہ میں چرچا ہونے لگا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے عبدالرحمن جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہونگے۔ حضرت عبدالرحمن تک بھی یہ بات پہنچی۔ تو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ گواہ رہیں میں نے یہ پورا قافلہ مع اسباب و سامان حتیٰ کہ کجاوے تک راہ خدا میں وقف کر دیا۔

وفات کے وقت بھی آپ نے پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں وقف کرنے کی وصیت کی۔ علاوہ ازیں اس وقت تک بدری صحابیوں میں سے جو جو زندہ تھے ان میں سے ہر ایک کیلئے چار چار سو دینار کی وصیت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک ایک سو بدری صحابی زندہ تھے۔ اور سب نے اس وصیت سے بخوشی فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ نے بھی اپنا حصہ لیا۔

حضرت عثمان نے 34 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ بہت بڑے دولت مند تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے جب مسلمان مدینہ میں آئے تو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ صرف ایک کنواں (بیر رومہ) ایسا تھا جس کا پانی عمدہ اور شیریں تھا۔ مگر وہ ایک یہودی کی ملکیت تھا جو پانی قیمتاً فروخت کرتا تھا۔ ادھر صحابہ کی مالی حالت عام طور پر ایسی نہ تھی کہ مول لے کر پانی پی سکیں۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے وہ کنواں اسکے یہودی مالک سے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔

آنحضرت ﷺ نے جب غزوہ تبوک کی تیاری کا حکم دیا تو مالی تنگی حد سے زیادہ تھی۔ اور سامان جنگ کا مہیا کرنا سخت مشکل ہو رہا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کو مالی اعانت کی تحریک فرمائی۔ تو حضرت عثمانؓ نے دس ہزار مجاہدین کو اپنے خرچ سے آراستہ کیا اور ان کیلئے معمولی سے معمولی چیز بھی آپ کے روپیہ سے خریدی گئی۔ اسکے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کیلئے ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔

حضرات! آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے ساتھ ساتھ صحابیات نے بھی مالی قربانی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی انہوں نے اپنے جگر گوشوں کو جہاں اسلام کی سربلندی کیلئے پیش کیا وہیں اپنی محبوب ترین اشیاء یعنی مال و زر و زیورات کو راہ خدا میں بلا دریغ خرچ کیا۔ ام المومنین حضرت سودہؓ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لمبی ہاتھوں والی مجھ سے جنت میں سب سے پہلے ملے گی یعنی اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والی۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا خدا اور اسکے رسول کی قربت و معیت کا موجب بن جاتی ہے۔

معزز سامعین! یہ قربانی کا جذبہ جب تک جاں نثار صحابہ اور آپ کے متبعین میں قائم رہا تب تک مسلمانوں میں ترقیات کا دور جاری رہا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت انہیں حاصل ہوتی رہی۔ آپ کی بعثت کے تین سو سال بعد ایک تاریکی کا دور شروع ہو گیا جس کی ظلمتیں ایک ہزار سال کے عرصہ میں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا اور قربانی کی روح مفقود ہو گئی اور حقیقی ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا ستارہ تک جا پہنچا تب خدا تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور قرآن کریم کی سورۃ محمد میں بیان کی گئی اس واضح پیشگوئی کے مطابق وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ یعنی اے مسلمانو اگر تم اسلام کی زندگی کیلئے قربانی سے پھر گئے تو خدا تعالیٰ تمہارے بدلے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح قربانی سے منہ پھیرنے والے نہیں ہوں گے۔ اس واضح پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر اُس مسیح محمدی و مہدی علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا جس کے ذریعہ اسلام کا عالمگیر غلبہ مقدر تھا۔ آپ ایسے وقت میں آئے جبکہ دنیا کے چاروں طرف ضلالت اور گمراہی کا دور دورہ تھا اور باطل قوتیں اسلام کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں

لگی ہوئی تھیں اور لاکھوں مسلمان عیسائیت اور دیگر مذاہب کے دام فریب میں پھنس رہے تھے اور اسلام جو ساری دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے منور کرنے کیلئے آیا تھا اس نور کو مٹانے کی کوشش میں تھے ایسے نازک دور میں قادیان کی گمنام بستی سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق اور آپ پر سب سے زیادہ درود وسلام بھیجنے والے سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی کہ میں تیرے نام کو عزت سے دنیا میں پھیلاؤنگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے نیز کام کی تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بشارت دی کہ میں تجھے جاں نثاروں اور وفا شعاروں کی ایک مقدس جماعت بھی عطا کروں گا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بشارت دی کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

صدیقی روح رکھنے والے حضرت مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے بعد میں اپنی بے مثال اخلاص اور قربانی کے نتیجہ میں خلیفۃ المسیح الاولؓ ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپکا ہے حضرت پیرومرشد! میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 36)

حضرت مسیح موعودؑ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں......انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 35)

حضرت مولانا نور الدین صاحب کی طرح قربانی اور خدمت کا جذبہ رکھنے والے بے شمار بزرگان تھے سب کی یہی تمنا تھی کہ کاش ان کے سارے مال و دولت الٰہی دین کی اشاعت میں صرف ہو جائیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

’’میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں......میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کیلئے مستعد ہیں۔‘‘

(سیرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 150، روایت نمبر 157)

چنانچہ تاریخ احمدیت میں ایسی بے شمار قربانی کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر قسم کی دینی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اپنا تن من دھن حضور علیہ السلام کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں ایک ضروری اشتہار کے چھپوانے کیلئے -/60 روپئے کی ضرورت پیش آئی۔ انہیں دنوں آپ کے جید صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لدھیانہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام نے آپکو بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے کیا آپ کی جماعت اس قدر روپیہ کا انتظام کر سکے گی۔ آپ نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی۔ میں جا کر روپئے لاتا ہوں چنانچہ آپ فوراً کپورتھلہ گئے اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپئے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔

(اصحاب احمد، جلد چہارم، صفحہ 97، مفہوماً)

یہ روایت لمبی ہے چونکہ منشی ظفر احمد صاحب اکیلے یہ خدمت بجا لائے جماعت کپورتھلہ کے احباب کو شامل ہونے کی تحریک نہیں کی اس لئے اس واقعہ کا علم ہونے پر منشی اروڑے خاں صاحب جو کہ اسی جماعت کے ممبر تھے چھ ماہ تک منشی ظفر احمد صاحب سے ناراض رہے۔ کہ آپ نے ہمیں مالی قربانی سے محروم رکھا۔ یہ وہ فدائی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کیلئے ایک ہزار روپئے کا وعدہ لکھوایا اور اپنا دہلی کا ایک مکان بیچ کر یہ رقم ادا کر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب منارۃ المسیح کی تعمیر کی تحریک فرمائی حضرت میاں شادی خان صاحب سیالکوٹیؓ نے چارپائیوں کے علاوہ اپنے گھر کا سارا سامان تین سو روپئے میں بیچ کر پوری رقم حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ جس پر حضرت اقدس نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’آپ نے تو حضرت ابوبکرؓ کا نمونہ دکھایا۔‘‘ یہ سنتے ہی آپ واپس گھر گئے اور چارپائیاں بھی فروخت کر کے ساری رقم چندہ میں دے دی۔

(تاریخ احمدیت، جلد دوم، صفحہ 147)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میاں شادی خان لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اس کام کیلئے دو سو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے اور یہ وہ متوکّل شخص ہے کہ اگر اسکے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ’چونکہ ایامِ قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں اس لیے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا‘ اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، صفحہ 79، مطبوعہ قادیان 2019ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کیلئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں، لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً 450 روپے ملی تھی وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کیلئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کیلئے ضرورت ہے تو پھر اَور کس کیلئے رکھ سکتا ہوں؟‘‘

(انوار العلوم، جلد 9، صفحہ 403)

اسی طرح حضرت صاحبزادہ پیر منظور احمد صاحب کے متعلق حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’حضرت صاحبزادہ پیر منظور احمد صاحب قاعدہ یسرنا القرآن کے موجد تھے اس قاعدہ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ سینکڑوں روپئے ماہوار اس زمانہ میں آپ کی آمد ہوئی تھی لیکن آپ کا دین کیلئے قربانی کا یہ حال تھا کہ صرف 30 روپئے ماہوار اپنے اخراجات کیلئے رکھتے اور باقی سب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اشاعت قرآن کریم اور اشاعت دین کیلئے بھیج دیتے۔ 1940ء کے بعد جب گرانی شروع ہوگئی تو -/40 روپئے ماہوار رکھنا شروع کر دیئے اور ایک سال میں دس ہزار روپئے خدمت دین کیلئے دیا۔‘‘

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اپریل 1969ء)

سامعین کرام! انتہائی نازک اور مشکل حالات میں، دلی جذبات کو قربان کرتے ہوئے، راہ خدا میں قربانی پیش کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اسکے بے شمار نمونے تاریخ احمدیت میں جا بجا جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ پشاوری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ

’’وزیر آباد کے شیخ خاندان کا ایک نوجوان فوت ہو گیا۔ اسکے والد نے کفن کیلئے 200 روپئے رکھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لنگر خانہ کے اخراجات کیلئے تحریک فرمائی۔ ان کو بھی خط گیا تو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو رقم بھجوانے کے بعد لکھا کہ میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے میں نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ 200 روپئے تجویز کئے تھے جو ارسال خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کرتا ہوں۔‘‘ (رسالہ ظہور احمد موعود، صفحہ 70 تا 71، مطبوعہ 30 / جنوری 1955ء)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہیں بھول سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر سے مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادمہ یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ میں باہر نکلا تو حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ مرحوم کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے، مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب......سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ اماں جان کو دے دیں اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور ان کے رونے کی حالت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا ہو گیا کہ یہ رو کیوں رہے ہیں۔ مگر میں خاموش کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان سے رونے کی وجہ دریافت کروں......جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں۔ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی پھر قادیان آنے کیلئے چل پڑتا تھا سفر کا بہت سا حصہ میں پیدل ہی طے کرتا تھا تا کہ سلسلہ کی خدمت کیلئے کچھ پیسے بچ جائیں مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔ یہاں آ کر جب میں امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کیلئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش میرے پاس بھی روپیہ ہو اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہوگئی۔ (اس وقت ان کی تنخواہ شاید بیس پچیس روپیہ تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنی شروع کر دی اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں تو میں اسے پونڈوں کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کر دوں گا......اور پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو...... یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقت کی حالت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرے کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔

یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے۔ قربانیاں بھی کرتا ہے۔ مہینہ میں

ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ تین تین دفعہ جمعہ پڑھنے کیلئے قادیان پہنچ جاتا ہے۔سلسلہ کے اخبار اور کتابیں بھی خریدتا ہے۔ ایک معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے جبکہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے۔اسکے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں۔ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اور ایک عرصہ دراز تک جمع کرتا رہتا ہے۔نہ معلوم اس دوران میں اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی۔کیا کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلی ہوں گی۔محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے۔مگر جب اسکی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو اس رنگ میں خوشی حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہے جس رنگ میں وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

(اصحاب احمد، جلد چہارم، صفحہ 74 تا 76)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی ہمارے دلی محب مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کیلئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں اور صاحبزادہ پیر جی سراج الحق صاحب نے تو ہزاروں مریدوں سے قطع تعلق کرکے اس جگہ کی درویشانہ زندگی قبول کی اور میاں عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چودہری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپورہ، اور منشی جلال الدین صاحب بلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روز مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہوار چندہ میں شریک ہیں۔ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا۔‘‘(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 313 تا 314 حاشیہ)

دین کی راہ میں مالی قربانی کی ایک عظیم اور شاندار مثال حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی ہے۔لندن مشن میں سن ساٹھ کی دہائی میں یہ تجویز چلی کہ جماعت احمدیہ برطانیہ کے مرکز میں موجود دو عمارتوں کو (جو کافی پرانی ہو چکی تھیں) گرا کر ایک بڑا کمپلیکس بنایا جائے جس میں ایک بڑا ہال، دفاتر، دو بڑے رہائشی مکان اور ایک چھوٹا رہائشی فلیٹ ہو۔اس تعمیراتی منصوبہ کیلئے جماعت کے پاس اس وقت مطلوبہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم موجود نہیں تھی۔ بہت سوچ بچار اور کوشش کے بعد جب کوئی صورت نہ بن سکی تو حضرت چوہدری صاحب سے درخواست کی گئی کہ کیا آپ یہ رقم مہیا فرما سکتے ہیں جو بعد ازاں آپ کو قسط وار واپس کر دی جائے گی۔ آپ نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ قرآنی تعلیم کے مطابق اس غرض سے ایک معاہدہ تجویز کیا گیا کہ حضرت چوہدری صاحب جماعت کو ایک لاکھ پاؤنڈ ادا کریں گے اور جماعت ایک وقت مقررہ کے اندر اسکی واپسی کی ذمہ دار ہوگی۔ایک شام معاہدہ کی مجوزہ تحریر چوہدری صاحب کو دی گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بغور مطالعہ کرنے کے بعد دستخط کرکے کل دے دوں گا۔

اگلی صبح چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس بارہ میں سوچا اور دیانتداری سے اس پر غور کیا تو میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ ظفر اللہ خان! آج تم جو کچھ ہو یہ احمدیت کی بدولت ہو۔تم نے جو کچھ پایا وہ سارے کا سارا اسی جماعت کا فیضان ہے۔کیا اب تم اسی محسن جماعت کو ایک رقم قابل واپسی قرض کے طور پر دینا چاہتے ہو؟ میرے نفس نے مجھے بہت ملامت کی اور میں اپنے ارادہ پر بہت شرمسار ہوا اور بہت استغفار کی۔اسی لمحہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مطلوبہ رقم بطور قرض نہیں بلکہ ایک عاجزانہ عطیہ کے طور پر جماعت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے معاہدہ کی تحریر پھاڑ دی اور ایک لاکھ پاؤنڈ کا چیک اس وقت جماعت کے حوالہ کر دیا۔اور ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ میری اس ادائیگی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے علاوہ کسی اور شخص سے میری زندگی میں ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔قربانی، عاجزی اور اخلاص کا کیا شاندار نمونہ ہے!

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے صحابہ میں مالی قربانیوں کا جذبہ ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ اسکے نئے سے نئے انداز اختیار فرماتے۔ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں جس میں بے پناہ جذبہ قربانی جھلکتا نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی سائیں دیوان شاہ صاحب اپنے بار بار قادیان آنے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

’’میں چونکہ غریب ہوں۔ چندہ تو دے نہیں سکتا۔قادیان جاتا ہوں تاکہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بن آؤں اور میرے سر سے چندہ اتر جائے۔‘‘

(اصحاب احمد، جلد 13، صفحہ 9)

حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے نقد رقم تو نہیں تھی آپ کے پاس اس وقت کنستر میں آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔آپ نے وہی پیش کر دیا اور ساری رات آپ اور آپ کے اہل وعیال نے فاقہ سے گزار دی۔

مالی قربانی کے میدان میں جو ابواب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے رقم کیے ان کی نظیر مذاہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں صحابہ کرامؓ نے جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ قرآن مجید میں امتیازی القاب سے نوازا کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی تھے۔کیا شان ہے ان پاک وجودوں کی جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِم اقتديتُمْ اهتديتُم) یعنی میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی مانند ہے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ (سورۃ التوبہ:112) ’’یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تاکہ اسکے بدلہ میں انہیں جنت ملے۔‘‘

جس انسان کو صادق الوعد خدا تعالیٰ کی طرف سے جیتے جی جنت کی بشارت مل جائے وہ یقیناً اپنی منزل کو پا گیا۔اسی آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مالی قربانیاں کرنے والے مجاہدین کو کتنے قطعی الفاظ میں بشارت دی ہے کہ اپنے خون پسینہ سے کمایا ہوا رزق حلال کو میری رضا کی خاطر قربان کرنے والو! میں تمہیں کہتا ہوں :فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (سورۃ التوبہ:112) کہ تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اپنے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

ہمارے خداوند رحمٰن ورحیم کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا، اس نے زندگی دی، اس نے مال کمانے کی طاقت اور توفیق عطا کی اور جب اس کے فضل اور اس کی عنایت سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصہ اسی کی خاطر قربان کیا جاتا ہے تو وہ ذرہ نواز خدا اتنا خوش ہوتا ہے کہ جنت کی بشارت عطا فرماتا ہے۔لاریب ایک بندہ مومن کیلئے اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے جو فوز عظیم کہلا سکتی ہے؟

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماتے ہیں:

یہ زر و مال تو دنیا میں ہی رہ جائینگے
حشر کے روز جو کام آئے وہ زر پیدا کر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے دو مختصر روح پرور اقتباسات پیش ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی، صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔‘‘(مجموعہ اشتہارات، جلد 3، صفحہ 497، مطبوعہ ربوہ 1989ء)

نیز فرمایا:’’ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کیلئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے......ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔اگر بے ناغہ ماہ بہ ماہ ان کی مدد پہنچتی رہے گی گو تھوڑی مدد ہو تو اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک فراموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اسکی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔عزیزو! یہ دین کیلئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے۔اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:’’یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہو سکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو سکتے ہیں، نہ یہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں۔نہ مشن کھولے جا سکتے ہیں، نہ مربیان، مبلغین تیار ہو سکتے ہیں اور نہ مربیان، مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جا سکتے ہیں۔نہ ہی مساجد تعمیر ہو سکتی ہیں۔نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جا سکتی ہیں۔نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جا سکتی ہے۔پس جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے۔‘‘(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/مارچ 2006ء)

پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکر مسکیں رہے تم کو غم ایام نہ ہو

معزز سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (التغابن:17) اور اپنے بھلے کیلئے خرچ کرو، اور جو شخص اپنے دل کے لالچ سے محفوظ رکھا گیا سو وہی فلاح بھی پانے والے ہیں۔

حضرات! اس آیت کریمہ میں ہمیں دعوت دی گئی ہے کہ ہم اپنی بھلائی اور خیرخواہی کیلئے خرچ کریں۔خدا کی ذات تو غنی ہے اسکو مال ومنال کی کوئی حاجت نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے نتیجہ میں ہمیں مالی قربانی کے فیوض وبرکات سے نوازے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2021

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم

دورِ اوّلین میں سے حضرت امام حسنؓ اور دورِ آخرین میں سے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

(ڈاکٹر عبد الخالق، سابق صدر مجلس انصار اللہ ربوہ)

مکرم ڈاکٹر عبد الخالق صاحب سابق صدر مجلس انصار اللہ ربوہ کی یہ تقریر موصوف کے جلسہ سالانہ میں حاضر نہ ہوسکنے کے باعث مکرم محمد شریف کوثر صاحب استاذ جامعہ احمدیہ قادیان نے پڑھ کر سنائی۔

سامعین کرام! خاکسار کو اِس وقت ’’سیرت صحابہؓ دورِ اولین میں سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دورِ آخرین میں سے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ‘‘ کی چند جھلکیاں پیش کرنی ہیں۔

سیرت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

معدن نبوت کا یہ گوہر شب چراغ، صلح کا شہزادہ، فتنہ فساد کی بیخ کنی کرنے والا، سردار دو عالمؐ کی بشارت کو پورا کرنے والا، نواسہ رسول ﷺ، حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا کا فرزند سن ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک کے مہینہ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے کانوں میں اذان دی۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب بیان کرتے ہیں جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے اسکا نام کیا رکھا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ حرب نہیں ہے اس کا نام حسن ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لعز الدین بالاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری، جلد اول، تذکرہ حسنؓ بن علی، صفحہ 556-557، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان مطبوعہ 2003ء)

بچپن اور تعلیم و تربیت

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحْبِبْ مَنْ یُّحِبُّہٗ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کر۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث 4431، جلد 13، صفحہ 51، ترجمہ از نور فاؤنڈیشن)

حضورؐ کی شفقت و محبت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا کہ آپ حضرت حسن بن علیؓ کو اپنی گردن پر بٹھا کر لے جا رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یہ دیکھا تو کہا کہ اے لڑکے تمہاری سواری کیا ہی خوب ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔

(المستدرک للحاکم معرفۃ الصحابۃؓ، باب و من فضائل الحسن بن علیؓ، حدیث 4859، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع 1997ء)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہم سے خطاب فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین علیہما السلام گرتے پڑتے آئے اور ان دونوں نے سرخ کُرتے پہن رکھے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ منبر پر سے اُترے اور ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا اور فرمایا کہ اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:15) کہ تمہارے اموال اور اولادیں آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ یہ چل رہے ہیں اور گر پڑتے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور میں نے اپنی بات کاٹی اور ان دونوں کو اُٹھالیا۔

(جامع الترمذی کتاب المناقب باب حلمہٗ ودفعہ ﷺ الحسن والحسین بین یدیہ حدیث نمبر 3774 دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ نبی ﷺ سے کوئی شخص مشابہ نہیں تھا۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث 3752)

ابوبکرہؓ کہتے تھے میں نے نبی ﷺ سے منبر پر سنا اور حسنؓ آپؐ کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپؐ لوگوں کی طرف دیکھتے کبھی حسنؓ کی طرف۔ آپؐ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہوگا۔

اُمید ہے کہ اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروادے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر 3746)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے کہ جب آپ سجدہ میں گئے تو آپؐ نے بہت دیر کردی اور سجدہ بہت لمبا ہوگیا یہ دیکھ کر میرے دل میں وہم اُٹھنا شروع ہوگیا کہ خدانخواستہ کوئی حادثہ نہ ہوگیا ہو۔ چنانچہ میں نے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حسن رسول کریمؐ کی گردن پر اس طرح بیٹھے ہیں جس طرح کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں پھر جلدی سے سجدہ میں چلا گیا۔ جب نماز ہوچکی تو باقی صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا سجدہ میں حضور پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے کہ اس قدر دیر حضور نے کردی یا خدانخواستہ کوئی تکلیف ہوگئی تھی۔ ہمیں تو سخت گھبراہٹ ہونے لگ گئی تھی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے اور نہ خدا کے فضل سے کوئی تکلیف ہوئی ہے۔ یہ ہمارا بیٹا ہماری گردن پر سواری کرنے بیٹھ گیا تھا اور ہم نے کہا کہ چلو تھوڑی دیر کیلئے یہ بھی سواری کرلے اگر اسے ہٹایا تو اسے تکلیف ہوگی۔

(خطبات محمود، جلد 18، صفحہ 633)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں کم سنی میں آپ نے ان کی محبتوں اور شفقتوں سے حصہ پایا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں ایسا ہی شفقت آمیز طرز عمل رکھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں پورے جوان ہوچکے تھے اور جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس خطرہ اور فتنہ کی حالت میں نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کی مدافعت کی اور باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ اس مدافعت میں خود بھی بہت زخمی ہوئے۔ سارا بدن خون سے رنگین ہوگیا۔

(سیر الصحابہ از معین الدین احمد ندوی، جلد 4، صفحہ 14-15، ناشر ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور)
(تاریخ الخلفاء للسیوطی، صفحہ 124، دار الکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد 40 ہجری میں حسن بن علی سے خلافت کی بیعت ہوئی اور چند ماہ بعد مسلمانوں کے خون کی حفاظت کیلئے، فتنہ فساد کا قلع قمع کرنے کیلئے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا اور معاویہ سے گذارا لے لیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہوگئے پہلے ہی ہزاروں خون ہوچکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا اور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گذارہ لے لیا چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدِ نظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 278-279)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں: اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحبِ کمال اور صاحبِ عِفّت اور عصمت اور اَئمۃُ الھدیٰ تھے۔ (تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 364 حاشیہ)

عبادت

عبادت الٰہی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور وقت کا بڑا حصہ آپ اس میں صرف فرماتے تھے۔

امیر معاویہ نے ایک شخص سے آپ کے حالات دریافت کئے۔ اس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آنے جانے والوں سے ملتے ہیں۔ دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے ہیں پھر گھر ہو کر مسجد چلے آتے ہیں۔

مکہ کے قیام میں معمول تھا کہ عصر کی نماز خانہ کعبہ میں باجماعت ادا کرتے تھے نماز کے بعد طواف میں مشغول ہوجاتے۔ ابوسعید راوی کہتے ہیں کہ حسن اور حسین نے امام کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھی پھر حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کے سات پھیرے کئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں خانوادہ نبی کے چشم و چراغ ہیں تو عشاقان جمال چاروں طرف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور بھیڑ کی وجہ سے رستہ رک گیا۔ حضرت حسین اس ہجوم میں گھر گئے۔ حضرت حسن نے ایک عرکانی کی مدد سے انہیں ہجوم سے چھڑایا۔ حضرت حسنؓ نے ایک تختی پر سورۃ کہف لکھوائی تھی روزانہ سوتے وقت تلاوت فرماتے۔

ہر طرح کی سواریاں رکھتے ہوئے پاپیادہ حج کرتے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ امام حسن نے متعدد حج پاپیادہ کئے۔ فرماتے تھے کہ مجھے خدا سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملوں اور اس کے گھر پاپیادہ نہ گیا ہوں۔ (سیرت الصحابہ، جلد چہارم، صفحہ 38، مصنف معین الدین)

مالی قربانی

حضرت امام حسنؓ نے تین مرتبہ اپنا نصف مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا اور نصف مال اللہ کی راہ میں دینے کے متعلق بھی اتنی شدت اختیار کی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کردیا اور دوسری مرتبہ پورا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عز الدین بالاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری جلد اول تذکرہ حسن بن علیؓ صفحہ 560، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان مطبوعہ 2003ء)

آپ کی سخاوت

ایک مرتبہ ایک شامی شخص مدینہ آیا یہ شخص حضرت علیؓ کے متعلق نازیبا کلمات استعمال کر رہا تھا اسے کسی دور دراز سفر پر جانا تھا مگر اسکے پاس نہ زادِ راہ تھا اور نہ ہی سواری تھی۔ چنانچہ اس نے اہل مدینہ میں سے مختلف لوگوں کے پاس اپنی حالت کا شکوہ کیا مگر کہیں کامیابی نہ ہوئی۔ تب ایک شخص نے اسے حضرت حسنؓ کے متعلق بتایا۔ وہ حضرت حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مشکل بیان کی۔ حضرت حسنؓ نے

اسی وقت اس کیلئے سواری کا انتظام کیا اور زادِ راہ کے طور پر کچھ رقم بھی دی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپؓ نے ایسے شخص کے ساتھ کیوں سلوک کیا جو آپؓ سے اور آپؓ کے والد سے بغض رکھتا ہے۔ آپؓ نے جواباً فرمایا کیا میں اپنی آبرو نہ بچاؤں۔

(تاریخ مدینۃ دمشق از ابن عساکر، جلد 13، صفحہ 247، دارالفکر بیروت لبنان 1995ء)

ایک دفعہ آپؓ کا مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف سے گزر ہوا آپؓ نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام کے ہاتھ میں روٹی ہے۔ وہ ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے۔ اس طرح اس نے نصف کتے کو کھلا دی۔ آپ نے فرمایا تو کتے کو دھتکار کیوں نہیں دیتا۔ غلام نے جواب دیا اگر میں اس کو دھتکاروں تو میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے شرم محسوس ہوتی ہے پھر آپؓ نے اس غلام سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ آبان بن عثمان کا غلام ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ باغ کس کا ہے اس نے کہا ابان کا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تک میں واپس نہیں آجاتا تو نے کہیں نہیں جانا۔ کچھ دیر بعد آپؓ نے واپس آکر غلام کو بتایا میں نے تمہیں خرید لیا ہے پس وہ تعظیماً کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے میرے آقا! اللہ رسول اور آقا کی اطاعت کیلئے حاضر ہوں۔ پھر آپؓ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا ہے۔ تم خدا کی راہ میں آزاد ہو اور باغ میں اپنی طرف سے تجھے ہبہ کرتا ہوں۔ غلام نے کہا اے میرے آقا جس ذات کیلئے تو نے مجھے آزاد کیا اسی کی راہ میں مَیں یہ باغ ہبہ کرتا ہوں۔

(تاریخ مدینۃ دمشق از ابن عساکر، جلد 13، صفحہ 246، دارالفکر بیرون لبنان 1995ء)

خدمت خلق

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت حسینؓ کے پاس گیا اور اپنی ضرورت کیلئے ان سے مدد مانگی۔ آپؓ معتکف تھے۔ آپؓ نے فرمایا اگر میں معتکف نہ ہوتا تو ضرور تیرے ساتھ نکلتا اور تیری ضرورت پوری کرتا۔ یہاں سے جواب پاکر وہ حضرت حسنؓ کے پاس آیا۔ آپؓ بھی معتکف تھے مگر آپؓ نے اعتکاف سے نکل کر اسکی حاجت پوری کردی۔ بعض لوگوں نے حضرت حسینؓ کے قول کا ذکر کیا (یعنی حضرت حسینؓ نے تو اس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا) آپؓ نے فرمایا، خدا کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کردینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

ایک دن آپؓ طواف کررہے تھے، اسی حالت میں ایک شخص نے آپؓ کو اپنی ضرورت کیلئے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپؓ طواف چھوڑ کر اسکے ساتھ چلے گئے اور جب اسکی ضرورت پوری کرکے واپس آئے تو کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ اے ابو محمد! تو نے طواف چھوڑ دیا اور فلاں آدمی کے ساتھ چلا گیا؟ حضرت حسنؓ نے جواب دیا۔ میں اسکے ساتھ کیوں نہ جاتا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے جاتا ہے اور اسکی ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر نہیں پوری ہوتی تو بھی ایک عمرہ کا، پس میں نے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا اور پھر واپس آکر طواف بھی پورا کیا۔ (تاریخ مدینۃ دمشق از ابن عساکر، جلد 13، صفحہ 247، دارالفکر بیروت لبنان 1995ء)

حلم و بردباری

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص شام سے مدینہ میں آیا اور بیان کیا کہ ایک نازک اندام سوار عربی راہ رَو پر سوار ہوئے چلا جاتا تھا میں نے اپنی عمر بھر میں کوئی ایسا خوبصورت سوار نہ دیکھا تھا اسکی نرالی چال میرے دل کو اپنی طرف مائل ہی نہ کرتی تھی بلکہ اس کی گھوڑی کی ٹاپیں میری روح کو پامال کرتی چلی جاتی تھیں۔ جب میں نے لوگوں سے پوچھا یہ شخص کون ہے، کہا حسنؓ بن علیؓ۔ مجھے ان دونوں کا نام سنتے ہی غصہ بھر آیا اور حسد کے شعلے نے پاؤں سے سر تک جلا کر خاکستر کردیا کہ علیؓ کا فرزند ایسا ہوگیا۔ میں وہاں سے لپکا اور راہ میں ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا اے سوار تو علیؓ کا بیٹا ہے۔ حضرت حسنؓ نے کہا ہاں۔ سو میں نے حضرت علیؓ کو بہت ہی بری بری باتیں سنائیں مگر واہ رے تحمل جب تک میں حضرت علیؓ کو برا کہتا رہا آپؓ چپکے کھڑے سنا کئے حتیٰ کہ میں خود ہی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ جب میں کلام پورا کرچکا تو آپؓ نے ہنس کر فرمایا شاید تو مسافر ہے اور شام سے چلا ہی آتا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا میرے ساتھ گھر چلو تا کہ تیری مہمان نوازی میں مشغول ہوں۔ تجھ کو کچھ مال دوں اور تیری حاجت پوری کروں۔ میں یہ سن کر نہایت ہی شرمندہ ہوا۔ اور آپؓ کے مکارم اخلاق اور حسن عادات سے بے حد متعجب ہوا۔ اس کلام نے میرے دل کو ایسا بے چین کردیا کہ ضبط نہ کرسکا اور بے اختیار آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر میں اس وقت سے ہر چیز سے زائد آپ سے محبت کرنے لگا۔ (سعادت الکونین فی فضائل الحسنین، مؤلف مفتی محمد کرام الدین، صفحہ 84، قادری رضوی کتب خانہ لاہور 2010ء)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عفو و درگزر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

’’کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپؓ کے سر پر گر پڑی۔ آپؓ نے تکلیف محسوس کرکے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا۔ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ (آل عمران: 135) یہ سُن کر امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کَظَمۡتُ غلام نے پھر کہا وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران: 135) کظم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا ہے، مگر اندر سے پوری رضا مندی نہیں ہوتی، اس لئے عفو کی شرط لگادی ہے۔ آپؓ نے کہا مَیں نے عفو کیا۔ پھر پڑھا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کظم اور عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا جا تمہیں آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ چائے کی پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب بتاؤ کہ یہ نمونہ اصول کی عمدگی ہی سے پیدا ہوا۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 115، مطبوعہ ربوہ)

جماعتی ترقیات سیرت حسن و حسین کے آئینہ میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے متواتر بتایا کہ جماعت احمدیہ کو بھی ویسی ہی قربانیاں کرنی پڑیں گی جیسے پہلے انبیاء کی جماعتوں کو کرنی پڑیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ میں نظام الدین کے گھر میں داخل ہوا ہوں۔ نظام الدین کے معنے ہیں ’’دین کا نظام‘‘ اور اس رؤیا کا مطلب یہ ہے کہ آخر احمدیہ جماعت ایک دن نظام دین بن جائے گی اور دنیا کے اور تمام نظاموں پر غالب آجائے گی۔ مگر یہ غلبہ کس طرح ہوگا۔ اسکے متعلق رؤیا میں آپ فرماتے ہیں ہم اس گھر میں کچھ حسنی طریق پر داخل ہوں گے اور کچھ حسینی طریق پر داخل ہوں گے۔ (تذکرہ، ایڈیشن دوم، صفحہ 788-789) یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے جو کامیابی حاصل کی وہ صلح سے کی اور حضرت حسینؓ نے جو کامیابی حاصل کی وہ شہادت سے حاصل کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ نظام الدین کے مقام پر جماعت پہنچے گی تو سہی مگر کچھ صلح محبت اور پیار سے اور کچھ شہادتوں اور قربانیوں کے ذریعہ۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر صلح اور محبت اور پیار کے یہ سلسلہ ترقی کرے گا تو وہ بھی غلطی کرتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر قربانیوں اور شہادتوں کے یہ سلسلہ ترقی کرے گا تو وہ بھی غلطی کرتا ہے۔ ہمیں کبھی صلح اور آشتی کی طرف جانا پڑے گا اور کبھی حسینی طریق اختیار کرنا پڑے گا جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے دشمن کے سامنے مرجانا ہے مگر اس کی بات نہیں ماننی۔ یہ دونوں طریق ہمارے لئے مقدر ہیں۔ نہ خالی مسیحیت والا سلوک ہمارے لئے مقدر ہے نہ خالی مہدویت والا سلوک ہمارے لئے مقدر ہے۔ ایک درمیانی راستہ ہے جس پر ہمیں چلنا پڑے گا۔ ایک غلبہ ہوگا صلح اور محبت اور پیار کے ساتھ اور ایک غلبہ ہوگا قربانیوں کے ساتھ۔ اسکے بعد جماعت نظام الدین کے گھر میں داخل ہوگی اور اسے کامیابی حاصل ہوگی۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 583)

......☆......☆......☆......

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو الہام الٰہی میں قمر الانبیاء قرار دیا گیا۔ 20 / اپریل 1893ء آپ کی تاریخ ولادت ہے اور 2 / ستمبر 1963ء یوم وفات ہے۔ اس قریباً پون صدی میں آپ نے انبیاء علیہم السلام کی عظمت کے قیام اور ان کے نوروں کی پیروی و اشاعت کے ذریعہ اور مصیبت زدہ انسانوں کیلئے ٹھنڈی چاندنی کی کیفیت پیدا کرکے واقعی اپنا قمر الانبیاء ہونا ثابت کردیا۔

قمر الانبیاء کہ یہ معنے ہیں کہ وہ نبیوں سے نور حاصل کرنے والا ہوگا۔ ان کی عظمت و صفات کو پھیلانے والا ہوگا اور ان کی روشنی میں زندگی بسر کرنے والا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ میں تقویٰ بہت سے پہلوؤں سے نمایاں تھا عجز و انکساری، خود نمائی سے کلّی اجتناب۔ خود پسندی سے کوسوں دور، کھانے پینے، لباس اور رہائش میں ایک دلکش سادگی اختیار کرنا۔ دنیوی زندگی کو صرف آخرت کی سواری کے طور پر استعمال کرنا اور اسے دین کی خدمت کیلئے وقف کرنا، تکالیف کو خوشی سے برداشت کرنا، صبر و استقلال کا اعلیٰ نمونہ دکھانا۔ ہمدردی خلائق سے معمور ہونا، یادِ الٰہی کو غذا بنانا اور محبت الٰہی سے سرشار رہنا۔ یہ سب تقویٰ اللہ کے کرشمے تھے جو آپ میں ظاہر ہوتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کی حیات مقدسہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہوجاتی ہے کہ حضرت میاں صاحب نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور تمام خداداد استعدادیں خدمت دین کیلئے وقف کررکھی تھیں۔ آپ نے اپنی تمام خداداد استعدادوں کو خدمت دین میں لگا دیا تھا۔ آپ کی خدمات دینیہ اپنے اندر بہت تنوّع رکھتی ہیں۔ علمی طور پر بیسیوں کتب و رسالے جو بیش قیمت روحانی اور ادبی جواہر پاروں پر مشتمل ہیں آپ کے قلم کے مرہونِ منت ہیں۔ جماعت کی تعلیم و تربیت کیلئے اخبار میں چھوٹے چھوٹے مضامین کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری رہتا۔ نوجوان طبقہ اور جماعت کو انفرادی اور مجموعی دونوں طریق سے خدمت دین اور خصوصاً قلمی خدمت پر ابھارتے رہتے اور اپنی قیمتی ہدایات سے نوازتے رہتے۔ ہر شخص کے حالات میں ذاتی دلچسپی لیکر ایسی شفقت اور محبت کا مظاہرہ فرماتے کہ وہ غلام بے دام ہوجاتا۔ الغرض آپ نے اپنی تمام استعدادوں اور اپنے تمام اوقات کو دین اور ملک و ملت کی ہر قسم کی خدمات اور مخلوق خدا کی ہمدردی میں لگا دیا۔

جس رنگ میں آپ خاص طور پر نوجوانوں کیلئے خدمت دین اور وقفِ زندگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے باوجود جسمانی تکالیف اور بیماری کے والہانہ رنگ میں آپ خدمت میں مصروف رہتے وہ آنے والی اور موجودہ نسلوں کیلئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔ تربیت کے معاملہ میں حضرت میاں صاحبؓ زیادہ تر جمالی انداز تربیت کے مظہر تھے۔ قمر الانبیاء کے خطاب میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

محبت الٰہی کا ایک انداز (بسم اللہ لکھنے کا اہتمام۔ ہر کام اللہ کے نام سے شروع کرنا)

مکرم مختار احمد ہاشمی صاحب کارکن نظارت خدمت درویشاں تحریر فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مکان پر دفتر کی ڈاک لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے کام کے اختتام پر فرمایا کہ میرے قلم کا نب خراب ہو گیا ہے

آپ مجھے بازار سے کوئی اچھا سا قلم خرید کر لا دیں۔ چنانچہ میں بازار سے دو تین نمونے لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے ایک کاغذ پر باری باری ہر قلم سے کچھ لکھا اور بالآخر ایک قلم پسند فرمالیا۔ آپ نے مجھے اس قلم کی لکھائی بھی دکھائی۔ جب میں نے کاغذ دیکھا تو اس پر کئی مرتبہ بسم اللہ لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی نیا قلم خریدا ہے تو اس سے ہمیشہ پہلے ''بسم اللہ'' ہی لکھی ہے۔ جب قلم کا خط اور روانی دیکھنے کیلئے کچھ لکھنا ہی ہے تو بجائے کچھ اور لکھنے یا یونہی لکیریں ڈالنے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ اسے اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ اسی طرح قافلہ قادیان کے سلسلہ میں جو خطوط سرکاری دفاتر کو انگریزی میں بھجوائے جاتے ان کے بارہ میں آپ نے دفتر کو مستقل ہدایت دے رکھی تھی کہ اسکی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم لکھا جائے اور جہاں خطاب کیا جائے وہاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ لکھا جائے۔ چنانچہ دفتر کی طرف سے اسکی پوری پابندی کی جاتی رہی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب نے مجھے ایک مسودہ لکھنے کو دیا اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں نے جلدی میں ﷺ لکھنے کی بجائے صرف صلعم لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ ''صلعم'' لکھنا ناپسند ہے جب اتنی طویل و عریض عبارتیں لکھی جاسکتی ہیں تو صرف رسول کریمؐ کے نام کے ساتھ ہی تخفیف کا خیال آجاتا ہے پھر اپنے قلم سے ﷺ لکھدیا۔ اسکے بعد میں نے پھر کبھی صلعم نہیں لکھا۔ اس موقعہ پر آپ نے مزید فرمایا کہ مجھے انگریزی میں محمد کا مخفف Mohd بھی سخت ناپسند ہے اور مجھے Mohd لکھا ہوا دیکھ کر ہمیشہ افسوس اور رنج پہنچا ہے نہ معلوم کس نے یہ مکروہ ایجاد کی اور تخفیف کا سارا زور صرف محمد کے نام پر ہی صرف کر ڈالا ہے۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب نے بیرون پاکستان کے مبلغین کو دفتر کے مطبوعہ پیڈ کی بجائے سفید کاغذ پر خطوط لکھوائے میں نے ان کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔والصلوۃ والسلام علی عبدہ المسیح الموعود لکھ دیا۔ دستخط کرتے ہوئے فرمایا آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ صلوۃ اور سلام دو چیزیں لکھی ہیں اور حضرت رسول کریم کے ساتھ صرف الصلوٰۃ۔ یہ طریق درست نہیں۔ وہ آقا ہے اور یہ غلام اس مقام پر وعلی عبدہ المسیح الموعود کافی ہے۔ البتہ اگر کہیں الگ لکھنا ہو تو والصلوۃ والسلام لکھنے میں حرج نہیں۔

حضرت امیر المؤمنین سے محبت

مختار ہاشمی صاحب بیان کرتے ہیں: جب آپ نے اپنا ذاتی مکان ''البشری'' تعمیر کیا اور آپ صدر انجمن احمدیہ کا کوارٹر چھوڑ کر وہاں تشریف لے جانے لگے تو اس وقت فرمایا ''میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسی مکان میں رہوں یہاں ہم حضرت صاحب کے قرب میں بیٹھے ہیں وہاں دور ہو جائیں گے یہ ایک مختصر سا فقرہ ہے مگر اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کو سیدنا حضرت امیر المومنین سے یہ تھوڑا سا مکانی بُعد بھی کتنا دوبھر معلوم دیتا تھا۔

سیرت کے چند واقعات

ایک مشہور بات تھی کہ قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا دروازہ ناداروں اور مسکینوں کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ بہت سے غریب طلباء کتابوں اور فیس کیلئے اپنی درخواستیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے اور آپ ہر طالب علم کی حتی المقدور امداد کرتے تھے۔

پاکستان میں قادیان کے درویشوں کے اہل و عیال کیلئے آپ کا وجود منزلہ باپ کے تھا۔ اگر کسی درویش کے بچوں میں سے کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کسی مشکل کو پیش کرتا تو آپ کا دل اس کی مصیبت کو دیکھ کر پگھل جاتا تھا اور آپ اسکی مشکل کا حل بھی تلاش کرتے تھے اور اس کیلئے دعا بھی کرتے تھے جس سے اس غریب کی ڈھارس بندھ جاتی تھی۔

حضرت قمر الانبیاء اور واقفین زندگی

محترم مولانا محمد منور صاحب مبلغ افریقہ تحریر کرتے ہیں کہ نومبر 1952ء میں جب خاکسار رخصت پر پاکستان گیا تو اتفاق سے مسجد مبارک ربوہ کے قریب ہی حضرت میاں صاحب سے ملاقات ہوگئی اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا نیز عرض کیا کہ میں مشرقی افریقہ میں چار سال فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت میاں صاحب نے مجھے گلے لگایا اور خیریت دریافت فرمائی۔ اس معانقہ کا جو لطف مجھے اُس وقت آیا بیان سے باہر ہے غالباً حضرت میاں صاحب مجھے ذاتی طور پر نہ جانتے تھے۔ نہ ہی میرے آباء کی کوئی نمایاں دینی خدمات تھیں جن کی وجہ سے وہ مجھے پہچان سکتے اور نہ ہی حضرت میاں صاحب کی یہ عادت تھی کہ یونہی سڑکوں پر لوگوں سے گلے ملتے پھریں۔ مجھے بھی ان کے رعب کی وجہ سے معانقہ میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن صرف یہ سننے پر کہ میں نے چند سال افریقہ میں اشاعت دین کا کام کیا ہے۔ آپ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس رنگ میں للّٰہی محبت کا اظہار کیا کہ اب یہ محبت میرے لئے سرمایہ حیات بن گئی ہے۔ اشاعت دین کیلئے سعی کرنے والے تمام خدام سے ہمارے پیارے میاں صاحب کو خاص محبت تھی اور اُن کیلئے وہ ہمیشہ دعائیں کیا کرتے تھے۔

پھر محترم مولانا محمد منور صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اگست 1960ء میں جب خاکسار آٹھ سال کے بعد پھر ربوہ واپس گیا تو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دست بوسی کے بعد حضرت میاں صاحبؓ کے ہاں بھی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ ان کے خادم عزیزم محمد شریف صاحب آف دیروال نے اندر اطلاع دی اور پیغام لائے کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اس لئے آج نہیں مل سکیں گے۔ میں واپس لوٹ گیا۔ ابھی چار ہی قدم اُٹھائے ہوں گے کہ دوسرا خادم بھاگا بھاگا آیا اور کہا کہ حضرت میاں صاحب یاد فرماتے ہیں۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں رنگ زرد۔ چہرہ تکان اور بے چینی عیاں۔ اپنے پاس ہی بستر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر فرمایا ''رات اُمّ مظفر کو چوٹ آجانے کی وجہ سے بے خوابی رہی ہے ان کی بے چینی کی وجہ سے میں بھی نہ سو سکا۔ اب ضعف بھی ہے اور گھبراہٹ بھی۔ یہ الفاظ سنکر مجھے سخت شرمندگی ہوئی کہ حضرت میاں صاحب کیلئے تکلیف کا باعث بنا لیکن اس حادثہ کا خاکسار کو قطعاً علم نہ تھا بعد میں ''الفضل'' سے معلوم ہوا کہ غسل خانہ میں پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اللہ اللہ میری دل شکنی کا آپ کو اسقدر احساس تھا کہ اپنی تکلیف کو بھول گئے حالانکہ اگر اس وقت ملاقات نہ ہوتی تو مجھے آپ کے در دولت پر دس بار جانے میں بھی کوئی دقت اور زحمت نہیں تھی پھر جب خاکسار نے نذرانہ پیش کیا تو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ آپ دین کے خادم ہیں اسے اپنے پاس رکھیں۔

اردو کے عظیم نثر نگار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے فیض پانے والی جماعت نے ایسے صاحب طرز اہل قلم پیدا کئے جنہوں نے اس میدان میں کماحقہ خدمات سرانجام دیں ان چوٹی کے چند ناموں میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وجود مبارک بھی ہے جنہوں نے اپنے پیچھے اردو نثر میں ایک وسیع زندہ جاوید لٹریچر کا سرمایہ چھوڑا آپ کے قلم سے ''سیرت خاتم النبیینؐ'' ایسی تاریخی شاہکار اور دیگر متعدد قابل قدر کتب کا اضافہ اردو زبان میں ہوا۔ حضرت میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک منفرد اسلوب بیان عطا فرمایا۔ بلاشبہ آپ کی نثر کو ایک ایسے چمن سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جس میں رنگارنگ کے پھول کھلے ہوں سلیس اور رواں انداز بیان جس پر فصاحت و بلاغت قربان، لفظوں کی خوبصورت تراش، پسندیدہ تراکیب، استعارات اور تشبیہات کا با سلیقہ استعمال آپ کی نثر کے طرہ ہائے امتیاز قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات کا وقت ہے۔ جماعت پر گویا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نازک موقع پر افراد جماعت کے جذبات کی ترجمانی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اس خبر نے جماعت کو گویا غم سے دیوانہ کر دیا اور دنیا ان کی نظر میں اندھیر ہوگئی اور گو ہر دل غم سے پھٹا جاتا تھا اور ہر آنکھ اپنے محبوب کی جدائی میں اشکبار تھی اور ہر سینہ سوزش ہجر سے جل رہا تھا۔''

احساسات کی دنیا کا تعلق تین ہی چیزوں سے ہے دل، آنکھ اور سینہ۔ آپ نے تینوں کی کیفیت کس عمدہ مگر مختصر پیرائے میں فنکارانہ چابک دستی کے ساتھ بیان فرمادی ہے۔ پھر فرماتے ہیں :

''لوگوں میں سے اکثر ایسے تھے جو بچوں کی طرح بِلک بِلک کر روتے تھے اور بعض تو اس بات کو باور کرنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ ان کا پیارا امام ان کا محبوب آقا ، انکی آنکھوں کا نور، ان کے دل کا سرور، ان کی زندگی کا سہارا۔ ان کی ہستی کا چمکتا ہوا ستارہ ان سے واقعی جدا ہو گیا ہے۔''

''پیارا امام'' ''محبوب آقا'' ''رنگوں کا نور'' ''دل کا سرور'' ''زندگی کا سہارا'' ''ہستی کا چمکتا ہوا ستارہ'' یہ سب الفاظ آپ اس گہری محبت کے اظہار کیلئے جو اپنے امام سے جماعت کو تھی اور ہے کس موزونیت سے لاتے ہیں اور ان کے برمحل استعمال سے کس قدر روانی اور زور، کلام میں پیدا ہو گیا ہے۔

پھر اسی نظارے کے دوسرے پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر مخالفوں تک پہنچی تو......ان لوگوں نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر خوشی کے گیت گائے اور مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔''

ان الفاظ سے اس نظارے کی بالکل صحیح تصویر قاری کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور یہی ایک اچھے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیشہ یاد رکھیں کہ صرف ہمارا اعتقاد ہمیں نہیں بچائیگا، نہ ہمارا اعتقاد انقلابی تبدیلیاں لائیگا بلکہ ہمارے عمل ہیں جو انقلاب لائینگے۔

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ جرمنی منعقدہ 6، 7 نومبر 2021 کے موقع پر
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے آپ سبکو خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ جرمنی منعقدہ 6، 7 نومبر 2021 کے موقع پر
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

طالب دعا : افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ادیب کا کمال ہے۔

پھر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ہماری غمزدہ آنکھوں نے ان نظاروں کو دیکھا اور ہمارے زخم خوردہ دل سینوں کے اندر خون ہو ہو کر رہ گئے مگر ہم نے ان کے اس ظلم پر صبر سے کام لیا ......ہم اپنی آنے والی نسلوں کو بھی یہی کہتے ہیں ہاں وہی نسلیں جن کے سروں پر بادشاہی کے تاج رکھے جائیں گے کہ جب خدا تمہیں دنیا میں طاقت دے اور تم اپنے دشمنوں کا سر کچلنے کا موقع پاؤ اور تمہارے ہاتھ کو کوئی انسانی طاقت روکنے والی نہ ہو تو تم اپنے گذرے ہوئے دشمنوں کے ظلموں کو یاد کر کے اپنی خونوں میں جوش نہ پیدا ہونے دینا اور ہماری کمزوری کے زمانہ کی لاج رکھنا تا لوگ یہ نہ کہیں کہ جب یہ کمزور تھے تو دشمن کے سامنے دب کر رہے اور جب طاقت پائی تو انتقام کے ہاتھ کو لمبا کر دیا بلکہ تم اس وقت بھی صبر سے کام لینا اور اپنے انتقام کو خدا پر چھوڑنا اور اے آسمان گواہ رہ کہ ہم نے اپنے آنے والی نسلوں کو خدا کے سچے مسیح کی رحمت اور عفو کا پیغام پہنچا دیا۔‘‘

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں: خاکسار اسی پر کفایت کرتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایک نہایت اہم خدمت کی طرف مختصر سا اشارہ کردے۔ یوں تو صاحبزادہ صاحب کی تمام زندگی ہی بنی نوع انسان، اسلام، اور سلسلے کی خدمت کیلئے وقف رہی اور گوناگوں رنگ میں آپ کو اس خدمت کے مواقع بفضل اللہ میسر آتے رہے جس سے آپ نے پورا فائدہ اُٹھاتے ہوئے نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے استحکام کیلئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تعلیمی۔ تربیتی اور اخلاقی فیض ہمیشہ جاری رہے گا اور یہی آپ کی حقیقی یادگار ہوگا۔ لیکن ان سب سے ممتاز اور اہم وہ خدمت اور وہ قربانی ہے جو آپ نے حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کی بیماری کے عرصہ کے ہر لحظہ نے طلب کی اور جسے آپ نے حد درجہ بے دریغی اور کمال بے نفسی سے پورا کیا اور سرانجام دیا۔ یہ عرصہ تمام جماعت کیلئے اور درجہ بدرجہ خدام مخلصین کیلئے لیکن سب سے کہیں بڑھ کر اور کئی گنا زیادہ حضرت صاحبزادہ صاحب کیلئے صبر آزما اور دردناک طور پر طالب بے نفسی اور کیف راضی برضا رہا ہے۔ اس تمام عرصہ میں جس طور پر آپ نے اپنا جسم اور اپنی روح، اپنے قویٰ اور اپنی استعدادیں، اپنے وسائل اور اپنا وقت اپنی امنگیں اور اپنے ارادے، اپنی صحت اور اپنی زندگی مرضی مولیٰ کے سپرد اور حوالے رکھیں وہ آپ کا ہی حصہ تھا اور کسی اور سے ممکن نہ ہوتا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیماری اور تکلیف کا احساس اور اسکا درد اور کرب ایک طرف، جماعت کے غم اور پریشانی میں ہر کس وناکس کے درد کا احساس اور ہر کسی کی دلجوئی اور غم خواری اور حوصلہ افزائی دوسری طرف سلسلے کی بہبودی اور ترقی اور اسکے مختلف شعبوں کی کارگزاری کے متعلق مشوروں اور نصائح کی ذمہ داری۔ تیسری طرف نازک خیالات اور نازک احساسات کی پاسداری۔ چوتھی طرف غرض۔ دل دماغ فکر روح سب پر کاریار حاوی تھا کارِ خویش کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی سچ تو یہ ہے کاریار ہی کارِ خویش بن چکا تھا۔ سر و جان اسی کیلئے وقف ہو چکے تھے اور اسی میں محو تھے۔ دل بھر آتا تھا۔ آنسو بہہ پڑتے تھے جگر خون ہو کر رہ جاتا تھا لکن لانقول الا ما یرضی بہٖ ربنا والی کیفیت تھی۔ اپنے مقدس باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہر لحظہ پیش نظر تھا۔

اندریں راہ دردِ سر بسیار نیست
جاں بخواہد دادنش بسیار نیست

میاں بشیر احمد صاحب نے اسے اپنے عمل اور کردار سے ایک حقیقت ثابت کر کے دکھا دیا ہر لحظہ جان دی اور مسکرا دیئے اور جان دیتے چلے گئے، دیتے چلے گئے دیتے چلے گئے یہاں تک یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ○ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً○ فَادۡخُلِيۡ فِيۡ عِبٰدِيۡ○ وَادۡخُلِيۡ جَنَّتِيۡ○ کا مژدہ سنتے ہی لَبَّيۡكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيۡكَ، لَبَّيۡكَ لَا شَرِيۡكَ لَكَ لَبَّيۡكَ کے ساتھ آخری بار اسی کا عطیہ اسکے سپرد کر کے تمام ذمہ داریوں سے سرخروئی کے ساتھ سبکدوش ہو گئے۔

(پیش لفظ ’’حیات بشیر‘‘ صفحہ 6، 7)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یہ جورات دن مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کہنے کے واسطے تائید اور تاکید ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ بغیر اس کے کوئی شجاعت پیدا نہیں ہو سکتی۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 354، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جب آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو تمام انسانوں اور چیزوں اور حاکموں اور افسروں اور دشمنوں اور دوستوں کی قوت اور طاقت ہیچ ہو کر انسان صرف اللہ کو دیکھتا ہے اور اسکے سوائے سب اسکی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں پس وہ شجاعت اور بہادری کیساتھ کام کرتا ہے اور کوئی ڈرانے والا اسکو ڈرا نہیں سکتا۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 354، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالب دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ تریپور، صوبہ تامل ناڈو)

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے
نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے
تیرا میخانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5)

★★★

سیرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم

معراج اُس رُوحانی سفر کا نام ہے جس میں آپؐ کو مکہ سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچایا گیا جہاں بالآخر آپؐ خداوند عالمیان کے دربار میں پیش ہوئے اور اِسراء ایک دوسرا سفر ہے جو آپ کو بعض مصالح کے ماتحت مکہ سے لے کر بیت المقدس تک کرایا گیا، ہر دو سفر رُوحانی تھے جسمانی نہیں

اِسراء و معراج کی حقیقت اور اس کے مابین فرق پر سیر حاصل بحث

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ)

معراج اور اسراء کے مسئلہ کو اسلامی لٹریچر میں جو پوزیشن حاصل ہے اور جو لمبی لمبی بحثیں اس بارے میں کی گئی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ یہ بحثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد سے لے کر آج تک کے لٹریچر میں پائی جاتی ہیں، مگر ہمیں ایک مؤرخ ہونے کی حیثیت میں ان بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لیے صرف اس قدر کافی ہے کہ معراج اور اسراء کے متعلق تاریخی لحاظ سے جو بات ثابت ہے اسے مختصر طور پر اپنے ناظرین کے سامنے رکھ دیں مگر پیشتر اس کے کہ اصل واقعات بیان کیے جائیں بعض ان اصولی غلطیوں کا ذکر ضروری ہے جو اس بحث میں عام طور پر واقع ہوئی ہیں جن میں بدقسمتی سے خود مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی مبتلا ہو گیا ہے۔

پہلی غلطی یہ ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے ایک حصّہ نے اور ان کی پیروی میں بیشتر غیر مسلم مؤرخین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ معراج اور اسراء ایک ہی واقعہ کے دو مختلف نام ہیں یا کم از کم یہ کہ وہ ایک ہی واقعہ کے دو مختلف حصوں کے نام ہیں حالانکہ قرآن شریف اور صحیح احادیث اور مستند تاریخی روایات کے مطالعہ سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دراصل معراج اور اسراء دو مختلف چیزیں ہیں جو خواہ ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہوئی ہوں اور خواہ ان کا آپس میں روحانی رنگ میں کوئی جوڑ اور رابطہ بھی ہو مگر حقیقۃً وہ ایک دوسرے سے جُدا اور مختلف ہیں یعنی معراج تو اس رُوحانی سفر کا نام ہے جس میں آپؐ کو مکہ سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچایا گیا جہاں بالآخر آپؐ خداوندِ عالمیان کے دربار میں پیش ہوئے اور اسراء ایک دوسرا سفر ہے جو آپ کو بعض مصالح کے ماتحت مکہ سے لے کر بیت المقدس تک کرایا گیا۔ قرآن شریف نے ان ہر دو سفروں کو علیحدہ علیحدہ سورتوں میں علیحدہ علیحدہ کیفیات اور تفاصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ سورۃ نجم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس روحانی پرواز کا ذکر آتا ہے وہ معراج ہے۔ جیسا کہ بخاری میں بھی سورۃ نجم کی آیات کو معراج کے واقعہ پر چسپاں کر کے اشارہ کیا گیا ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل میں جس سفر کا ذکر ہے وہ اسراء ہے اور ان دونوں کی تفصیلات اور کیفیات ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں مثلاً سورۃ بنی اسرائیل میں اسراء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے قرآن شریف نے آسمان کا ذکر تک نہیں کیا اور سورۃ نجم کے بیان میں بیت المقدس کا کوئی ذکر نہیں آتا۔

اسی طرح احادیث کے بغور مطالعہ سے بھی معراج اور اسراء کا جُدا جُدا ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ بخاری میں جو قرآن شریف کے بعد اسلامی لٹریچر میں صحیح ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ اسراء اور معراج کے علیحدہ علیحدہ باب باندھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں سفروں کی جُدا جُدا ابتداء بیان کرنے میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ ہر دو سفر ایک دوسرے سے جُدا تھے۔ یعنی جہاں اسراء کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے لے کر بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی وہاں معراج کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں کہ آپؐ کو مکہ سے آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ گویا ہر دو سفروں کی ابتداء علیحدہ علیحدہ طور پر مکہ سے ہی ہوئی جس سے ان کا ایک دوسرے سے جُدا اور متغائر ہونا ظاہر و عیاں ہے۔ علاوہ ازیں باوجود اس کے کہ معراج کی حدیث بخاری میں چھ مختلف جگہوں میں بیان ہوئی ہے اور اسی طرح اِسراء کی حدیث بھی متعدد جگہ آئی ہے اور بعض جگہ راویوں کی بے احتیاطی سے جزوی طور پر اسراء اور معراج کے بیان میں کسی قدر خلط بھی ہو گیا ہے لیکن کہیں بھی معراج کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف جانا مذکور نہیں ہوا بلکہ ساری کی ساری روایات میں مکہ سے سیدھا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا بیان کیا گیا ہے۔ جس سے معراج کا اسراء سے جُدا ہونا یقینی طور پر ثابت ہے۔ اسی طرح سیرتِ ابن ہشام میں جو سیرۃ کی کتابوں میں سب سے زیادہ متداول کتاب ہے معراج اور اسراء کو بالکل علیحدہ علیحدہ طور پر بیان کیا گیا ہے اور یہ تصریح ہے کہ مکہ سے لے کر بیت المقدس تک کے سفر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں واپس تشریف لے آئے تھے اور معراج کا واقعہ علیحدہ طور پر ہوا تھا۔ اسی طرح مشہور مؤرخ ابنِ سعد نے بھی معراج اور اسراء کو علیحدہ علیحدہ تاریخوں میں علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان شہادتوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ خواہ معراج اور اسراء کا روحانی طور پر آپس میں کوئی تعلق اور رابطہ ہو مگر واقعہ کے لحاظ سے وہ ایک دُوسرے سے بالکل مختلف اور متغائر چیزیں تھیں جو جُدا جُدا طور پر علیحدہ علیحدہ کوائف کے ساتھ وقوع پذیر ہوئیں، چنانچہ متقدین میں سے بھی ایک معتد بہ حصّہ نے معراج اور اسراء کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا ہے۔

دوسری غلطی اس بحث میں یہ ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سفروں کو ظاہری سفر قرار دے دیا گیا ہے جو گویا اس مادی جسم کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے، حالانکہ مذکورہ بالا تینوں شہادتین اس خیال کو بھی سختی سے ردّ کرتی ہیں، چنانچہ قرآن شریف میں معراج کے متعلق جو بیان آتا ہے اس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی یعنی اس موقع پر جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے دیکھا وہ بالکل ٹھیک ٹھیک اور سچ تھا اور آپؐ کے قلبِ صافی نے اس نظارہ کے دیکھنے اور سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ ایک قلبی نظارہ تھا نہ کہ ایک جسمانی اور مادی سفر۔ اسی طرح حدیث میں بھی یہ واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ معراج ایک روحانی امر تھا۔ چنانچہ حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر اُٹھائے جانے کا نظارہ دکھایا گیا اس وقت آپؐ سو رہے تھے مگر یہ کہ آپؐ کا یہ سونا عام لوگوں کی طرح کا سونا نہ تھا بلکہ اس خاص شانِ نبوت سے تعلق رکھتا تھا جس میں آپؐ کی آنکھ تو سوتی تھی مگر دل بیدار رہتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ معراج کا نظارہ آپؐ کو نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں دکھایا گیا۔ اور ایک تیسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ معراج کے نظارہ کے بعد آپؐ بیدار ہو گئے۔ اور ایک چوتھی روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر کوئی شخص تم میں سے یہ کہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جسمانی آنکھوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کو دیکھا تو وہ جھوٹا ہے، اس کی بات ہرگز نہ مانو اور فرماتی ہیں کہ میرے تو اس خیال سے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں کہ آپؐ نے ان جسمانی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ پھر کتب سیرۃ میں بھی ایسی روایات کی کمی نہیں ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج ایک روحانی امر تھا نہ کہ ظاہری اور جسمانی سفر۔ چنانچہ مشہور اسلامی مؤرخ ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مَا فَقَدَ جَسَدَهٗ یعنی معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا بلکہ تمام وقت اِسی مادی دُنیا میں موجود رہا۔ اس سے بڑھ کر معراج کے روحانی ہونے کے متعلق کیا شہادت ہوگی؟

اسی طرح اسراء کے متعلق قرآن شریف اور حدیث دونوں سے ثابت ہے کہ وہ ایک رُوحانی امر تھا جو خاص مصالح کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ چنانچہ قرآن شریف نے اس کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔ اوّل یہ کہ سفر رات کے وقت ہوا جیسا کہ اَسْرٰی کے لفظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ دوم یہ کہ وہ ایک ہی رات کے دوران میں مکمل ہو کر ختم ہو گیا جیسا کہ لَیْلًا کے لفظ سے پایا جاتا ہے۔ اور سوم یہ کہ اس سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہم اپنے رسول کو اپنے بعض نشانات دکھائیں۔ اب جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ تینوں باتیں اسراء کو ایک روحانی سیر ثابت کرتی ہیں نہ کہ ایک ظاہری اور جسمانی سفر کیونکہ اوّل تو عام حالات میں ظاہری سفر کا وقت دن ہے اور رات کے وقت سفر کرنا ایک استثنائی صورت رکھتا ہے اور اسکے مقابل پر روحانی سَیر یعنی رؤیا وغیرہ کیلئے اصل وقت رات ہے اور دن کے وقت اس کا واقع ہونا ایک گونہ استثنائی رنگ رکھتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رات کا لفظ استعمال کر کے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ یہ ایک روحانی سفر تھا جو بصورت رؤیا وقوع پذیر ہوا۔ ورنہ رات کے ذکر میں کوئی خاص حکمت نظر نہیں آتی۔ دوسرے اس سفر کے متعلق ان الفاظ کا استعمال کیا جانا کہ وہ ایک رات کے دوران میں مکمل ہو کر ختم ہو گیا سوائے اس کے اور کسی غرض و غایت کیلئے نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روحانی ہونے کی طرف اشارہ کیا جائے کیونکہ عام حالات میں مادی اسباب کے ماتحت مکہ سے لے کر بیت المقدس تک کا سفر ایک رات کے اندر اندر پورا ہونا بالکل ممکن نہ تھا۔ تیسرے اس سفر کی غرض و غایت کے متعلق جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے اپنے بندے کو یہ سفر اس لیے کرایا ہے کہ اُسے اپنے بعض نشانات دکھائیں، یہ بھی اسے ایک رُوحانی امر ثابت کرتا ہے کیونکہ مکہ سے لے کر بیت المقدس کا ظاہری اور جسمانی سفر خواہ وہ ایک رات کے قلیل عرصہ میں ہی تکمیل کو پہنچ جائے ایک عجوبہ نمائی کے سوا اپنے اندر کوئی خاص شان کا پہلو نہیں رکھتا جسے مقامِ نبوت کے مناسب حال سمجھا جاسکے، البتّہ اگر اس سفر کو کشفی رنگ میں ایک روحانی امر سمجھا جائے جس سے تصویری زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی آئندہ ترقیات اور فتوحات مراد ہوں تو تب بیشک وہ ایک مقتدرانہ پیشگوئی کی صورت میں ایک بہت بڑا نشان قرار پاتا ہے جس کے مقابل پر ظاہری سفر کو کچھ بھی حیثیت حاصل نہیں۔ علاوہ ازیں قرآن شریف نے اسی سورۃ بنی اسرائیل میں جس کے ابتداء میں اسراء کا ذکر آتا ہے، اسراء کے متعلق رؤیا کا لفظ استعمال کیا ہے، جس سے اس بات میں کوئی شُبہ نہیں رہتا کہ سفر ایک رؤیا کے رنگ میں تھا نہ کہ ایک ظاہری اور جسمانی سفر۔ مگر اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عربی میں رؤیا کے معنے صرف خواب کے نہیں ہوتے بلکہ عربی محاورہ کے مطابق رؤیا کا لفظ ہر اس رُوحانی نظارہ پر بولا جاتا ہے جو کسی انسان کو بطریق خواب یا کشف وغیرہ دکھایا جائے اور ہر قسم کے رُوحانی مناظر اس کے اندر شامل ہیں۔ پس جہاں اسراء یا

معراج کے متعلق رؤیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہاں اس سے اُردو محاورہ کے مطابق خواب مُراد نہیں ہوتی بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا روحانی کشف مراد ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی اَرفع اور اَعلیٰ شان کے مطابق خاص مصالحِ الٰہی کے ماتحت دکھایا گیا۔ بہرحال قرآن شریف نے واضح ارشادات کے ذریعہ اس بات کو کھول کر جتا دیا ہے کہ اسراء کوئی مادی امر نہیں تھا بلکہ وہ روحانی سفر تھا جس کی غرض و غایت خدا کے بعض مقتدرانہ نشانات دکھانا ہی تھی۔

اسی طرح حدیث میں بھی اسراء کے متعلق صاف اشارہ آتا ہے کہ وہ ایک روحانی امر تھا نہ کہ جسمانی اور ظاہری سفر۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مکہ کی مسجد حرام سے لے کر بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تو اس پر کفارِ مکہ نے جن میں سے بعض بیت المقدس کو دیکھ چکے تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیت المقدس نہیں گئے، یہ اعتراض کیا کہ اگر آپؐ کا یہ دعویٰ درست ہے تو آپؐ بیت المقدس کا کوئی نظارہ بیان کریں۔ اس پر آنحضرت کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہوئی کیونکہ گو آپؐ رؤیا میں بیت المقدس کو دیکھ چکے تھے مگر آپ جانتے تھے کہ یہ ایک رؤیا کا معاملہ ہے جس میں ممکن ہے کہ آپؐ کے ذہن کا نقشہ ظاہر کے ساتھ بالکل مطابقت نہ کھاتا ہو اور آپؐ کو رؤیا کے مخصوص مناظر کے سوا بیت المقدس کے عام مناظر کا علم بھی نہیں تھا اس لیے طبعاً آپؐ کو کفار کے اس اعتراض پر لوگوں کی ٹھوکر کے خیال سے فکر پیدا ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے فوراً کشفی رنگ میں بیت المقدس کا ظاہری نقشہ آپؐ کی آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا اور آپؐ نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرماتے ہوئے کفار کو بتایا کہ بیت المقدس کی یہ یہ نشانیاں ہیں۔ اس پر کفار شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ اب اگر اسراء اس ظاہری جسم کے ساتھ ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے مناظر کو واقعی اپنی ان جسمانی آنکھوں کے ساتھ ملاحظہ فرما چکے تھے تو کفار کے اعتراض پر آپؐ کو فکر مند ہونے اور اللہ تعالیٰ کو بیت المقدس کا دوبارہ نظارہ کروانے کی کیا ضرورت تھی؟ کفار کے اعتراض پر آپؐ کا فکر مند ہونا اور خدا تعالیٰ کا دوبارہ نظارہ دکھانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل بیت المقدس کو حقیقی طور پر نہیں دیکھا تھا اور صرف اعتراض ہونے پر اس کا حقیقی نظارہ دکھایا گیا اور پہلا نظارہ جو اسراء کے موقع پر ہوا تھا، اس میں بیت المقدس کا نقشہ صرف عالمِ رؤیا کا ایک اجمالی نقشہ تھا جس کی بنا پر آپؐ اس بستی کی تفصیلات نہیں بتا سکتے تھے۔

الغرض قرآن شریف اور احادیث اور تاریخ تینوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ معراج اور اسراء خالصۃً روحانی امور تھے جو بعض خاص مصالح کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے اور جن لوگوں نے اس کے خلاف ادّعا کیا ہے ان کے ہاتھ میں سوائے کمزور اور بودے استدلالات کے اور کچھ نہیں۔

ہاں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ہماری مراد معراج اور اسراء کے رُوحانی ہونے سے ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ نظارے معمولی خواب کے نظارے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کی حالت میں دکھائے گئے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے اس نے اسراء اور معراج کی حقیقت کو ہرگز نہیں سمجھا اور یقیناً وہ ان لوگوں سے بڑھ کر غلطی خوردہ ہے جو ان مناظر کو جسمانی اور ظاہری حالت کے ساتھ وابستہ قرار دیتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ جس طرح ہر شخص کے روحانی مقام کے لحاظ سے اس کے رُوحانی قویٰ تیز اور لطیف ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کے مقابل پر اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کیلئے اُن کے مقامِ قرب کے لحاظ سے روحانی بلندیوں کے دروازے کھولتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ روحانی مناظر آپؐ کے اَرفع و اَعلیٰ مقام کے لحاظ سے دوسروں کے لطیف ترین کشوف سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے جن میں آپؐ کو ایک سراسر نورانی جسم کے ساتھ ان بلند ترین رُوحانی چوٹیوں کی سیر کرائی گئی جہاں آج تک کسی بشر کا قدم نہیں پہنچا تھا اور ظاہر ہے کہ اس کے مقابل پر محض ایک خواب کو کچھ بھی حیثیت حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے سامنے محض ایک ظاہری اور جسمانی پرواز کو جو ایک عجوبہ نمائی سے بڑھ کر نہیں کوئی حقیقت حاصل ہے۔

ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو اس جسمِ عنصری کے ساتھ آسمان پر لے جانے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ قرآن شریف اور صحیح احادیث اور مستند تاریخی روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اسراء یا معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جسمِ عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے ہوں بلکہ اس کے برعکس جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک نہایت لطیف اور پاکیزہ قسم کی روحانی پرواز تھی جو بطریق رؤیا آپؐ کو کرائی گئی اور تصویری اور تعبیری زبان میں اس پرواز کے اندر بہت سے حقائق اور اشارات مخفی تھے جو ایک عظیم الشان نشان کے طور پر اپنے وقت پر پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اس جگہ اس بات کے بیان کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ گو خدائی قدرت کے لحاظ سے سبھی کچھ ممکن ہے مگر خدا تعالیٰ نے بعض امور کو خود اپنی سنّت کے خلاف قرار دیدیا ہے اور انہی میں کسی بشر کا اس جسمِ عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر آتا ہے کہ جب ایک موقع پر کفّارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپؐ ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھلا دیں تو آپؐ نے انہیں خدائی منشاء کے ماتحت یہ جواب دیا کہ سُبْحَانَ اللہ! مَیں تو صرف ایک انسان رسول ہوں اور ایک انسان رسول کا اس طرح آسمان پر جانا خدائی سُنّت کے خلاف ہے اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ واقعہ قرآن شریف نے اسی سورۃ میں بیان فرمایا ہے جس میں اسراء کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح بعض دوسری آیات میں بھی یہ صاف مذکور ہے کہ ایک انسان اس دنیوی زندگی میں عالمِ مادی کی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا۔

اسراء اور معراج کے بارے میں دو اصولی غلطیوں کے ازالہ کے بعد ہم اصل واقعہ کو لیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ان کشوف کی تفصیلات کیا تھیں۔ وہ کس جہت سے آیاتِ الٰہی کے حامل تھے اور وہ کب وقوع پذیر ہوئے۔ پہلے ہم معراج کو لیتے ہیں۔ سو جاننا چاہئے کہ معراج ایک عربی لفظ ہے جو عَرَجَ سے نِکلا ہے جس کے معنے اُوپر چڑھنے کے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے عربی میں معراج سیڑھی کو بھی کہتے ہیں جو گویا اوپر چڑھنے کا آلہ اور واسطہ ہے۔ معراج کی تفصیل قرآن شریف میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

’’یعنی خدا نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خود تعلیم دی ہے۔ وہی خُدا جو بڑی طاقتوں کا مالک اور صاحبِ قوّت وسطوَت ہے سو (اس تعلیم کے نتیجہ میں) یہ رسول ایستادہ ہو کر بلند ہوا حتّٰی کہ وہ بلند ہوتا ہوتا افقِ اعلیٰ تک جا پہنچا۔ پھر وہ خدا سے قریب ہوا اور خدا بھی اس کی طرف جھکا حتّٰی کہ وہ دونوں یوں ہو گئے جیسے دو کمانوں کے ملنے سے اُن کا چلّہ ایک ہو جاتا ہے (یعنی کمانیں تو الگ الگ رہتی ہیں مگر تیر چلانے کی جگہ ایک ہو جاتی ہے اور مقصد و مَرمیٰ کے لحاظ سے کوئی دوئی نہیں رہتی) اس حالت میں خدا نے اپنے اس رسول کو وہ وحی کی جو اُسے کرنا تھی اور رسول کے قلبِ صافی نے اس نظارہ کے دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ جو کچھ دیکھا ٹھیک ٹھیک دیکھا۔ کیا اے لوگو تم ہمارے رسول کے اِن رُوحانی مناظر کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو؟ حالانکہ اس نے تو اس وقت (اس سے بھی بڑھ کر) ایک اور نظارہ بھی دیکھا تھا۔ وہی جو اُس نے اس انتہائی بیری کے قریب دیکھا۔ وہ بیری جو اَبدی رہائش والی جنت کے پاس ہے جبکہ اس بیری پر ایک خاص تجلّی کا ظہور ہو رہا تھا۔ یقیناً اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ غلط راستہ پر نہیں پڑی اور نہ ہی وہ حدِّ مقررہ سے آگے نکلی اور آپؐ نے اس نظارہ میں خدائے ذوالجلال کے بڑے بڑے نشان ملاحظہ کئے۔‘‘

اِس قرآنی بیان کی تشریح وتفصیل میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں بدقسمتی سے کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے اور جیسا کہ قاعدہ ہے جوں جوں کوئی روایت اعتبار کے اعلیٰ مقام سے نیچے گِرتی گئی ہے توں توں اس میں کمزور حِصّہ کا دخل زیادہ ہوتا گیا ہے۔ اس لیے ہم اس جگہ صرف مضبوط اور معتبر روایتوں تک اپنے آپ کو محدود رکھیں گے اور اُن میں سے بھی صرف اِس حصہ پر اکتفا کریں گے جو ہماری تحقیق میں اختلاف و اختلاط سے پاک ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ معراج کے متعلق صحیح روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ :

ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے اس حِصہ میں جو حطیم کہلاتا ہے لیٹے ہوئے تھے اور یقظہ اور نوم کی درمیانی حالت تھی۔ یعنی آپؐ کی آنکھ تو سوتی تھی مگر دل بیدار تھا کہ آپؐ نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوئے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کے قریب آ کر آپؐ کو اُٹھایا اور چاہِ زمزم کے پاس لاکر آپؐ کا سینہ چاک کیا اور آپؐ کے دل کو زمزم کے مصفا پانی سے اچھی طرح دھویا۔ اس کے بعد ایک سونے کی طشتری لائی گئی جو ایمان وحکمت سے لبریز تھی اور حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کے دل میں حِکمت وایمان کا خزانہ بھر کر آپؐ کے سینہ کو پھر اسی طرح بند کر دیا۔ اسکے بعد جبرائیل علیہ السلام آپؐ کو اپنے ساتھ لے کر آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور پہلے آسمان کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا مَیں جبرائیل ہُوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دربان نے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلایا گیا ہے؟ جبرائیلؑ نے کہا: ہاں۔ اس پر دربان نے دروازہ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ اندر داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بزرگ انسان کو دیکھا۔ جس نے آپؐ کو مخاطب ہو کر کہا ’’مَرحبا اے صالح نبی اور اے صالح فرزند۔‘‘ اور آپؐ نے بھی اُسے سلام کیا۔ اس شخص کے دائیں اور بائیں ایک بہت بڑی تعداد میں رُوحوں کا سایہ پڑ رہا تھا۔ جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتا تھا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھتا تھا اور جب بائیں طرف دیکھتا تھا تو غم سے اس کا مُنہ اُتر جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ سے پوچھا! یہ صاحب کون ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا یہ آدمؑ ہیں اور ان کے دائیں طرف ان کی نسل میں سے اہلِ جنّت کا سایہ پڑ رہا ہے، جسے دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف اہلِ نار کا سایہ ہے جسے دیکھ کر وہ غم محسوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل آپؐ کو لے کر آگے چلے اور دُوسرے آسمان کے دروازہ پر بھی آپؐ کو وہی واقعہ پیش آیا اور اس کے اندر داخل ہو کر آپؐ نے دو شخصوں کو دیکھا جنہوں نے ان الفاظ میں آپؐ کو خیر مقدم کیا کہ ’’مَرحبا اے صالح نبی اور صالح بھائی۔‘‘ اور آپؐ نے بھی انہیں سلام کہا اور جبرائیلؑ نے آپؐ کو بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ ہیں جو خالہ زاد بھائی تھے۔ اسی طرح جبرائیل علیہ السلام آپؐ کو اپنے ساتھ لے کر تیسرے اور چوتھے اور پانچویں آسمان میں سے گذرے جن میں آپؐ نے علی الترتیب حضرت یوسفؑ اور حضرت ادریسؑ اور حضرت ہارونؑ کو پایا۔ چھٹے آسمان پر آپؐ کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہوئی اور حضرت موسیٰؑ نے بھی آپؐ کو اسی طرح مرحبا کہا اور آپؐ نے سلام کیا۔ جب آپؐ ان سے آگے گذرنے لگے تو حضرت موسیٰؑ رو پڑے جس پر آواز آئی۔ اے موسیٰؑ! کیوں روتے ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے میرے اللہ! یہ نوجوان میرے پیچھے آیا مگر اس کی اُمّت

میری امّت کی نسبت جنت میں زیادہ داخل ہوگی۔اے میرے اللہ! میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص میرے پیچھے آ کر مجھ سے آگے نِکل جائے گا۔اس کے بعد آپؐ ساتویں آسمان میں داخل ہوئے جہاں آپؐ کی حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی جو بیتِ معمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ یہ بیتِ معمور آسمانی عبادت گاہ کا مرکز تھا (جس کے گویا ظِل کے طور پر دُنیا میں کعبۃ اللہ تعمیر ہوا تھا) حضرت ابراہیمؑ نے بھی آپؐ کو دیکھ کر اُسی طرح مرحبا کہا جس طرح حضرت آدمؑ نے کہا تھا۔ (کیونکہ وہ بھی حضرت آدمؑ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد تھے) اور آپؐ نے بھی اسی طرح اُن کو سلام کہا۔

اس کے بعد آپؐ اور آگے بڑھے اور وہاں پہنچے جہاں اس وقت تک کسی بشر کا قدم نہیں پہنچا تھا۔ یہاں آپؐ نے اپنے اُوپر سے بہت سی قلموں کے چلنے کی آواز سنی (جو گویا قضا وقدر کی قلمیں تھیں) اس کے بعد آپؐ کو اپنے سامنے ایک بیری کا درخت نظر آیا جو گویا زمینی تعلقات کیلئے آسمان کا آخری نقطہ تھا اور اس کے ساتھ سے جنت ماویٰ شروع ہوتی تھی۔ اس بیری کے درخت کے پھل اور پتے بڑے بڑے اور عجیب وغریب قسم کے تھے۔ جب آپؐ نے اس درخت کو دیکھا تو اس پر ایک فوق البیان اور گونا گوں تجلّی کا ظہور ہوا جس کے متعلق آپؐ فرماتے ہیں کہ الفاظ میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں بیان کرسکیں۔اس بیری کے نیچے چار دریا بہہ رہے تھے جن کے متعلق جبرائیلؑ نے آپؐ کو بتایا کہ ان میں سے دو دریا تو دنیا کے ظاہری دریا نیل وفرات ہیں اور دو باطنی دریا ہیں جو جنت کی طرف کو بہتے ہیں۔اس موقع پر آپؐ کو حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل وصورت میں نظر آئے اور آپؐ نے دیکھا کہ وہ چھ سو پَروں سے آراستہ ہیں۔اس کے بعد آپؐ کو جنت کی سیر کرائی گئی اور بالآخر آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ خدائے ذوالجلال کے دربار میں پیش ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے بلاواسطہ کلام فرمایا اور بعض بشارات دیں اور آخرکار خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ آپؐ کی اُمّت کیلئے رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ آپؐ یہ حکم لے کر واپس آئے تو راستہ میں حضرت موسیٰؑ نے آپ کو روک کر پوچھا کہ آپؐ کو کیا احکام ملے ہیں؟ آپؐ نے پچاس نمازوں کا حکم بیان کیا۔ حضرت موسیٰؑ یہ حکم سن کر چونک پڑے اور کہا کہ مَیں بنی اسرائیل کے ساتھ واسطہ پڑنے کی وجہ سے صاحب تجربہ ہوں۔ آپؐ کی امّت کو اتنی نمازوں کی ہرگز برداشت نہ ہوگی پس آپ واپس جائیں اور خدا سے اس حکم میں تخفیف کی درخواست کریں۔ آپؐ گئے اور اللہ تعالیٰ نے پچاس میں دس کی کمی کر کے چالیس نمازوں کا حکم دیا۔مگر واپسی پر حضرت موسیٰ نے پھر روکا اور کہا کہ یہ بھی بہت زیادہ ہیں آپ واپس جا کر مزید رعایت مانگیں۔ اس پر آپؐ پھر گئے اور دس کی مزید رعایت منظور ہوئی۔ غرض اس طرح حضرت موسیٰؑ کے مشورہ پر آپؐ بار بار خدا کے دربار میں گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا حکم دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے آپؐ کو پھر روکا اور مزید رعایت کیلئے واپس جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مَیں بنی اسرائیل کو دیکھ چکا ہوں اور وہ اس سے بھی کم عبادت کو نباہ نہیں سکے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اب مجھے واپس جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس پر غیب سے آواز آئی ’’اے محمد! یہ پانچ نمازیں بھی ہیں اور پچاس بھی کیونکہ ہم نے ایک نماز کے بدلے میں دس کا اَجر مقرر کر دیا ہے۔ اس طرح ہمارے بندوں سے تخفیف بھی ہوگئی اور ہمارا اصل حکم بھی قائم رہا۔ اس کے بعد جب آپؐ مختلف آسمانوں میں سے ہوتے ہوئے نیچے اُترے تو آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ (یعنی یہ کشف کی حالت جاتی رہی) اور آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ اسی طرح مسجد حرام میں لیٹے ہوئے ہیں۔

بعض روایتوں میں معراج ہی کے ذکر میں ایک گھوڑے کی قسم کی سواری براق نامی کا لایا جانا اور آپؐ کا اس پر سوار ہو کر یہ سفر طے کرنا اور آپؐ کے سامنے دو یا تین دُودھ اور شراب وغیرہ کے پیالوں کا پیش کیا جانا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظارے دراصل اسراء کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جیسا کہ بعض متقدمین کی بھی رائے ہے۔ راویوں کی غلطی سے معراج کے ذکر میں مخلوط ہوگئے ہیں۔ واللہ اعلم

دوسرا واقعہ اسراء کا ہے۔ اسراء بھی ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے کسی کو رات کے وقت ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے یا سفر کرانے کے ہیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ روحانی سیر رات کے وقت کرائی گئی تھی، اس لیے اس کا نام اسراء رکھا گیا۔ اسراء کے متعلق جو ذکر قرآنِ شریف میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ○

وَاِذۡ قُلۡنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ۔

’’یعنی پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو ایک رات کے دوران میں مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اپنے اس بندے کو اپنے بعض نشانات دکھاویں۔ بے شک خدا بہت سُننے والا اور دیکھنے والا ہے ...... یہ وہی موقع تھا جب اے رسول ہم نے تجھے یہ کہا کہ تیرے ربّ نے اب لوگوں کو گھیر لیا ہے اور جو رؤیا ہم نے تجھے دکھائی وہ لوگوں کیلئے ایک آزمائش تھی۔‘‘

اور حدیث میں جو تفصیلات اسراء کے واقعہ کی بیان ہوئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک خدائی فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور ایک گدھے سے بڑا مگر خچر سے چھوٹا جانور بُراق نامی جو نہایت خوبصورت سفید رنگ لمبے جسم کا تھا آپؐ کے سامنے پیش کر کے اس پر آپؐ کو سوار کیا اور پھر آپؐ کو ساتھ لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس جانور کا قدم اس تیزی کے ساتھ اٹھتا تھا کہ ہر قدم نظر کی انتہائی حد تک لے جاتا تھا اور آپؐ بہت جلد بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ یہاں آپؐ نے اس جانور کو اس حلقہ میں باندھ دیا جہاں گذشتہ انبیاء اسے باندھا کرتے تھے اور پھر آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہاں گذشتہ انبیاء کی ایک جماعت جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں، پہلے سے موجود تھی۔ آپؐ نے ان انبیاء کے ساتھ مل کر نماز پڑھی جس میں آپؐ امام ہوئے اور باقی انبیاء مقتدی بنے۔ اس کے بعد جبرائیل نے (کیونکہ یہ فرشتہ جبرائیل تھا) آپؐ کے سامنے دو پیالے پیش کئے۔ ان میں سے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی۔ آپؐ نے دُودھ کا پیالہ لے لیا اور شراب ردّ کر دی۔ جس پر جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کی بات پہچان لی۔ اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی اُمّت بھٹکتی پھرتی۔

اور بعض دُوسری روایتوں میں اس کی مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ ’’جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ کے سامنے بُراق لائے اور آپؐ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ کچھ چمکا جس پر جبرائیلؑ نے بُرّاق سے کہا۔ بُراق ٹھہرو ٹھہرو۔ واللہ آج تک تم پر کوئی اس شان کا شخص سوار نہیں ہوا۔ اس پر بُراق شرم سے پسینہ پسینہ ہو کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد آپؐ اس پر سوار ہو کر حضرت جبرائیل کے ساتھ بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں آپؐ کو ایک بڑھیا ملی جسے دیکھ کر آپؐ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا آگے چلئے آگے چلئے۔ جب آپؐ آگے روانہ ہوئے تو تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کو راستہ کے ایک طرف سے کسی نے آواز دے کر بلایا کہ محمد ادھر آؤ۔ مگر جبرائیل نے آپؐ سے پھر کہا: چلئے آگے چلئے۔ جب آپؐ آگے آئے تو کچھ دیر کے بعد آپؐ کو راستہ میں چند آدمیوں کی ایک جماعت ملی جنہوں نے ان الفاظ میں آپؐ کو سلام کہا کہ ’’اے اوّل تجھ پر خدا کا سلام ہو۔ اے آخر تجھ پر خدا کا سلام ہو۔ اے حاشر (یعنی جمع کرنے والے) تجھ پر خدا کا سلام ہو۔‘‘ جبرائیل نے کہا آپؐ بھی ان کے سلام کا جواب دیں، چنانچہ آپؐ نے بھی انہیں سلام کہا اور پھر آگے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر یہی جماعت آپؐ کو راستہ میں ملی اور پھر انہی الفاظ میں سلام کہا اور کچھ وقفہ کے بعد پھر تیسری دفعہ یہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد آپؐ بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ یہاں جبرائیل نے آپؐ کے سامنے تین پیالے پیش کئے۔ ایک میں پانی تھا۔ دوسرے میں شراب تھی اور تیسرے میں دُودھ تھا۔ آپؐ نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور باقی دونوں ردّ کر دیئے۔ جبرائیل نے کہا۔ آپ نے فطرت کی بات اختیار کی ہے۔ اگر آپ پانی لیتے تو آپ کی اُمّت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی امت بھٹکتی پھرتی۔ پھر آپؐ کے سامنے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد کے انبیاء لائے گئے اور آپؐ نے ان کا امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد جبرائیل نے آپ سے کہا کہ وہ جو آپ نے راستہ میں بڑھیا دیکھی تھی وہ دنیا تھی اور دنیا کی عمر میں اب صرف اسی قدر وقت باقی رہ گیا ہے جو اس بڑھیا کی عمر میں باقی رہتا ہے اور وہ جو آپ کو کوئی شخص راستہ کے ایک طرف بُلاتا تھا وہ شیطان تھا جو آپ کو راستہ سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اور وہ جو آپ کو آخر میں ایک جماعت ملی تھی اور اُنہوں نے آپ کو سلام کہا تھا وہ خدا کے رسُول حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ اس کے بعد آپؐ مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو معراج اور اسراء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے اور جو شخص ان واقعات کو غور سے مطالعہ کرے گا وہ ان کی غرض وغایت کے متعلق کبھی بھی شک و شُبہ میں نہیں رہ سکتا۔ خصوصاً جب کہ اس بات کو مدِّ نظر رکھا جائے کہ یہ واقعات ظاہر کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ نہایت اعلیٰ قسم کے کشوف تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی تصرف کے ماتحت دکھائے گئے۔ یہ بات تو ادنیٰ مطالعہ سے بھی ظاہر ہے کہ معراج اور اسراء دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان اور آپؐ کی اُمّت کے مرتبہ کی بلندی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ علاوہ اَور اشارات کے دونوں کشوف میں آپؐ کا گذشتہ انبیاء سے ملنا اور اُن سے آگے نکل جانا یا نماز میں ان کا امام بننا اسی حقیقت کا حامل ہے۔ ان کشوف میں بعض انبیاء کا خاص طور پر آپؐ کی ملاقات کیلئے منتخب

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۳۵﴾ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿ؕ۳۶﴾ مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿ۚ۳۷﴾ ترجمہ:: یقیناً متقیوں کیلئے انکے ربّ کے حضور نعمتوں والی جنتیں ہیں پس کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح مان لیں، تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو۔ (سورۃ القلم)

طالب دعا: بی.ایم.خلیل احمد ولد مکرم بی.ایم.بشیر احمد صاحب وافراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاۡمُرۡ اَہۡلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡہَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُکَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُکَ ؕ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلتَّقۡوٰی

ترجمہ:: اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور اس پر ہمیشہ قائم رہ ہم تجھ سے کسی قسم کا رزق طلب نہیں کرتے ہم ہی تو تجھے رزق عطا کرتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ ہی کا ہوتا ہے۔ (طٰہٰ:133)

طالب دعا: محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم وافراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کامار یڈی)

کیا جانا بھی اپنے اندر ایک معنی رکھتا ہے۔ دراصل یہ انبیاء وہی ہیں جن کی اُمتوں سے یا تو آپؐ کی اُمّت کو خاص طور پر واسطہ پڑنے والا تھا اور یا یہ انبیاء بعض خاص صفات کے حامل تھے اور ان کشوف میں اس حقیقت کا اظہار مقصود تھا کہ آپؐ کا وجود ان انبیاء کی مخصوص صفات میں بھی ان سے بالا وارفع ہے۔ اُمتوں کے تعلق کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور ایک جہت سے حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہم السلام خاص امتیاز رکھتے ہیں اور اسی لیے اسراء اور معراج دونوں میں ان انبیاء کو خاص طور پر نمایاں کرکے دکھایا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تو مسیحی اقوام کے مرکزی نقطہ تھے جو اُس زمانہ میں بھی ایک نمایاں حیثیت حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ نہ صرف یہودیت کے بانی مبانی تھے جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب واسطہ پڑنے والا تھا بلکہ وہ ایک ایسی شریعت کے لانے والے تھے جو اپنی تدوین اور تعیین اور الہامی نوعیت کی وجہ سے اسلامی شریعت کے ساتھ بہت قریب کی مشابہت رکھتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ وسیع شامی اقوام کے جدِّ امجد ہونے کے علاوہ مسیحیت اور یہودیت اور حنیفیت اور اسلام کیلئے ایک مشترک واجب الاحترام ہستی تھے اور بالآخر حضرت آدم کا وجود تھا جو گویا تمام بنی نوع آدم کا اجتماعی نقطہ تھا۔ اس جہت سے معراج اور اسراء میں ان انبیاء کا مخصوص طور پر چُنا جانا صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں وہ عظیم الشان ہستی مبعوث ہوئی ہے جو سیّدِ وُلدِ آدم اور فخر اوّلین وآخرین ہے اور خُدا کی طرف سے یہ مقدّر ہو چکا ہے کہ آپؐ کی اُمّت کا قدم ان سب اُمتوں پر بالا و ارفع رہے۔ حضرت موسیٰؑ چونکہ ایک خاص سلسلہ کے بانی ہونے کی وجہ سے ان رموز سے زیادہ آشنا تھے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پروازِ رُوحانی کی حقیقت کو فوراً سمجھ لیا اور اِس طبعی رشک کی وجہ سے جو فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے (نہ کہ کسی حَسد کی بنا پر) اِس انکشاف نے انہیں وقتی طور پر غم میں ڈال دیا کہ ایک پیچھے آنے والا نوجوان اُن سے آگے نِکلا جارہا ہے۔ اسراء میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا راستہ پر کھڑے ہوکر آپؐ کو اوّل اور آخر اور حاشر کہہ کر پُکارنا اور سلام کرنا بھی اپنے اندر یہی لطیف اشارہ رکھتا ہے کہ ''اے نبیوں کے سرتاج ہم پہچان گئے ہیں کہ گو آپؐ سب انبیاء کے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں مگر رُتبہ کے لحاظ سے آپؐ ہی سب سے اوّل ہیں اور آپؐ ہی نسلِ آدم کا وہ مرکزی نقطہ ہیں جس کے قدموں میں مختلف اقوامِ عالم کا جمع ہونا مقدّر کیا گیا ہے۔ پس لیجئے ہماری طرف سے سلام اور دُعا کی پیش کش حاضر ہے اسے قبول کیجئے۔''

مندرجہ بالا غرض وغایت کے اظہار کے علاوہ جو معراج اور اسراء ہردو میں مقصود ہے ان روحانی سفروں کی علیحدہ علیحدہ غرض اور علیحدہ علیحدہ تشریح بھی ہے اور جہاں تک ہم نے غور کیا ہے وہ یہ ہے کہ معراج تو زیادہ تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی کمالات کے اظہار کیلئے ہے اور اسراء آپؐ کی ظاہری اور دنیوی ترقی کو ظاہر کرنے کے واسطے ہے۔ اسی لیے جہاں معراج کے واسطے آسمان کو چُنا گیا اسراء کا آخری نقطہ زمین رکھی گئی ہے۔ اسی طرح جہاں معراج میں آپؐ کا بغیر کسی سواری اور بغیر کسی ظاہری اور مادی واسطہ کے اُوپر اُٹھایا جانا بیان ہوا ہے وہاں اسراء میں بُراق کی سواری کا واسطہ رکھا گیا ہے تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ آپؐ کی اور آپؐ کے اتباع کی دنیوی اور ظاہری ترقی میں مادی اسباب کا بھی دخل ہوگا گو جیسا کہ بُراق کی غیر معمولی رفتار میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ مادی اسباب محض ایک پَردہ کے طور پر ہوں گے اور اصل سبب وہ غیبی تائید ہوگی جو ہر قدم پر آپؐ کے ساتھ رہے گی۔ معراج میں آپؐ کا سب نبیوں سے آگے نکل جانا اس بات کی طرف اشارہ رکھتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپؐ اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بالا اور اَرفع ہیں اور نہ صرف یہ کہ آپؐ کی لائی ہوئی شریعت اپنے رُوحانی کمالات میں سب شریعتوں سے فائق و برتر ہے بلکہ آپؐ کے فیضانِ روحانی میں وہ خصوصیت رکھی گئی ہے جو پہلے کسی بشر کو حاصل نہیں ہوئی یعنی آپؐ کی سچی اور کامل پیروی انسان کو بلند ترین رُوحانی مدارج تک پہنچا سکتی ہے اور کوئی رُوحانی مرتبہ ایسا نہیں ہے جہاں تک آپؐ کی پیروی کی برکت سے انسان نہ پہنچ سکتا ہو۔ آپؐ سے پہلے جتنے بھی نبی آئے وہ بیشک اپنے متبعین کیلئے سراسر رحمت و برکت بن کر آئے اور بیشک اُنہوں نے اپنے پیچھے چلنے والوں کیلئے خدائی انعامات کے دروازے کھولے، لیکن آپؐ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی پیروی انسان کو انتہائی کمالات تک پہنچانے کیلئے کافی ہو اور اسی لیے پہلی اُمتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق تھا کہ جب کوئی شخص کسی نبی کی کامل پیروی کے نتیجہ میں ترقی کرکے اس انتہائی روحانی حد تک پہنچ جاتا تھا جہاں تک یہ پیروی اُسے لے جاسکتی تھی تو اسکے بعد اگر یہ شخص اپنی استعداد اور شوق اور کوشش کے لحاظ سے مزید رُوحانی ترقی کے قابل ہوتا تھا تو خدا تعالیٰ اُسے براہِ راست مَوہبت اور انعام کے رنگ میں اُوپر اُٹھا لیتا تھا جس میں اس کے نبیٔ متبوع کی پیروی کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ اور اَرفع مقام ہے کہ ایک انسان آپؐ کی اتباع میں ہی جملہ قسم کے رُوحانی مقامات تک پہنچ سکتا ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے کہ جس کی طرف آپؐ کی اس رُوحانی پرواز میں اشارہ کیا گیا ہے جو معراج کے سفر میں آپؐ کو کرائی گئی اور اسی حقیقت کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ ہے کہ:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں جن کی مُہرِ تصدیق سے انسان کو ہر قسم کے اعلیٰ ترین روحانی انعامات مل سکتے ہیں اور کوئی رُوحانی مرتبہ آپؐ کے اَتباع کی رسائی سے باہر نہیں ہے۔

معراج میں جن نبیوں کے ساتھ آپؐ کی ملاقات ہوئی وہ یہ ہیں:

حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام۔

ان آٹھ نبیوں میں سے دو تو صرف ایک ضمنی تعلق کی وجہ سے اس نظارہ میں آئے ہیں۔ یہ دو نبی حضرت یحییٰؑ اور حضرت ہارونؑ ہیں جن میں سے مقدّم الذکر نبی حضرت عیسیٰ کے خالہ زاد بھائی ہونے کے علاوہ اُن کیلئے بطور ارہاص کے بھی تھے اور مؤخر الذکر نبی حضرت موسیٰؑ کے نائب تھے اور بھائی بھی تھے۔ پس اس جسمانی اور روحانی تعلق کی وجہ سے یہ دو نبی اس نظارہ میں شامل کئے گئے۔ لیکن ایک لطیف بات یہ ہے کہ جہاں حضرت یحییٰ کو بوجہ جُدا اور علیحدہ حیثیت رکھنے کے حضرت عیسیٰ کے ساتھ رکھا گیا وہاں حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ کی ماتحتی کی وجہ سے ان سے نیچے کے مگر متصل آسمان میں دکھایا گیا۔ باقی جو چھ انبیاء ہیں اُن میں سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت آدمؑ کی خصوصیت اوپر بیان ہو چکی ہیں کہ وہ اپنی اپنی نسل اور اپنی اپنی اُمّت کے نمائندوں کی حیثیت میں دکھائے گئے ہیں اور بقیہ دو انبیاء یعنی حضرت یوسفؑ اور حضرت ادریسؑ کی خصوصیت خود حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت یوسف اپنے خداداد حُسنِ ذاتی کی وجہ سے اور حضرت ادریسؑ اپنے مخصوص علوِ مکانی کی وجہ سے ممتاز تھے۔ اور انہیں اس نظارہ میں لاکر یہ اظہار مقصود تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ان امتیازی خصائص رکھنے والے نبیوں سے بھی ان کے امتیازی خصائص میں بالا اور اَرفع ہے۔ واللہ اعلم

معراج کا ایک نظارہ اس خاص تجلی سے تعلق رکھتا ہے جو سِدرۃ المنتہیٰ پر ہوئی جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بیان کی الفاظ میں طاقت نہیں ہے سو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ الٰہی کی طرف اشارہ تھا جس میں محب ومحبوب میں جلوہ ہائے خاص کی نیرنگیوں کا ظہور ہوا جس کے بیان کی کوشش تو درکنار اس کے علم کی کوشش بھی بے سُود ہے، البتہ یہ ظاہر ہے کہ اس نظارہ میں آپؐ نے خدا کی ان خاص اور ممتاز تجلیات کا مشاہدہ کیا جن کے دیکھنے کی طاقت صرف اس مقام پر پہنچ کر ہی حاصل ہوسکتی ہے جو آپؐ کو حاصل ہوا۔ سِدرہ کے نیچے چار دریاؤں کو بہتے دیکھنا جن میں دو ظاہری دریا تھے اور دو باطنی، اس غرض کے اظہار کیلئے تھا کہ خدا کی یہ تجلیات ہر دو صورتوں میں اثر انداز ہوں گی۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ روحانی طور پر بھی اور دنیوی رنگ میں بھی۔ اور چار کے عدد میں یہ اشارہ تھا کہ آپؐ کی اُمت پر ظاہری اور رُوحانی ترقی کے دو دو دَور آئیں گے۔ ایک دَوران ہر دو قسم کی تجلیات کا خود آپؐ کے وجودِ باجود سے شروع ہوگا اور ایک بعد کے زمانہ میں آئے گا جب کہ مسلمان اپنے درمیانی زمانہ میں گر کر پھر دوبارہ اُٹھیں گے اور اس طرح ہر دور میں دو دو تجلیات کا ظہور ہوکر چار نہریں مکمل ہو جائیں گی۔

بالآخر پنجگانہ نماز کے فرض کئے جانے کا نظارہ ہے۔ اس کا ایک حصّہ تو ظاہر سے تعلق رکھنے کی وجہ سے تعبیر سے خارج ہے، لیکن پچاس سے پانچ تک کی کمی کا منظور ہونا ایک نہایت لطیف رُوحانی نظارہ ہے جس میں اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ اصل تعداد جو فرض کی جانیوالی تھی وہ پانچ ہی تھی مگر ساتھ ہی یہ مقدّر تھا کہ ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس کے برابر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا تھا کہ اُمّتِ محمدیہ کو ان کی نیکیوں کا بدلہ بڑھ چڑھ کر عطا کیا جائے، اس لیے یہ نمازیں ابتداء میں پچاس کی صُورت میں فرض کی گئیں اور پھر ایک لطیف رنگ میں جس میں ضمنی طور پر اللہ تعالیٰ کی شفقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت کا اظہار بھی مقصود ہے یہ تعداد گھٹا کر پانچ کر دی گئی اور باتوں باتوں میں مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ تمہارے متعلق یہ اندیشہ کیا گیا ہے کہ تم ان پانچ نمازوں کی ادائیگی میں بھی سُستی نہ دکھاؤ اس لیے دیکھنا تم اس میں سُست نہ ہونا۔ ان حقائق کے علاوہ معراج میں اور بھی بہت سے اشارات تھے مگر ایک تاریخی مضمون میں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی۔

اسراء کا واقعہ جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے اس تعلق کی طرف اشارہ کرنے والا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کو عنقریب دُوسری اُمتوں کے ساتھ پڑنے والا تھا۔ نیز اس میں اُن آزمائشوں پر متنبہ کرنا مقصود تھا جو آپؐ کے متبعین کو ان کی ترقی کے زمانہ

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت سعید بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بڑے بھائی کا حق اپنے چھوٹے بھائیوں پر اس طرح کا ہے جس طرح والد کا حق اپنے بچّوں پر۔

(مراسیل ابی داؤد باب فی برّ الوالدین صفحہ ۱۹، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 398)

طالبِ دُعا: نعیم الحق صاحب اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اڈیشہ)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اسکی عمر لمبی ہو اور رزق میں فروانی ہو تو اسکو چاہئے کہ اپنے والدین سے حُسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۶۶، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 398)

طالبِ دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب واہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

میں پیش آنے والی تھیں۔ اس واقعہ میں سب سے پہلا اشارہ یہ تھا کہ اب جو اسلام پر ایک تنگی کا زمانہ ہے اسے ہم عنقریب دُور کر دیں گے اور مصائب کی موجودہ تاریکی دن کی روشنی میں بدل جائے گی۔ چنانچہ آیت اسراء میں ''رات'' کا لفظ استعمال کیا جانا اسی حقیقت کے اظہار کیلئے ہے کیونکہ تصویری زبان میں تنگی اور مصیبت کا زمانہ رات کے وقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اس سفر کی ابتداء اور انتہا کیلئے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے الفاظ کا بیان کیا جانا اس غرض سے ہے کہ اے مسلمانو! اب تک تمہارا واسطہ صرف قدیم عربی مذہب وتمدن کے ساتھ رہا ہے جس کا مرکز مسجد حرام ہے لیکن اب وقت آتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ بھی تمہارا واسطہ پڑے گا اور تمہاری توجہ کا مرکز مسجد حرام سے وسیع ہو کر یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی مرکز بیت المقدس تک جا پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے بعد اسلام کا محاذ غیر معمولی طور پر وسیع ہو کر یہودیت اور مسیحیت کے مقابل پر آ گیا اور اسراء میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

اس کے بعد بُراق کی سواری کا منظر ہے جس کے متعلق اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اس سے یہ مُراد تھی کہ جو مقابلہ دُوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں کو پیش آنیوالا ہے اس میں بیشک مسلمانوں کی کامیابی بظاہر مادی اسباب کے ماتحت نظر آئے گی مگر ان اسباب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیر معمولی طاقت ودیعت کی جائے گی جس میں ان نتائج کو جو خدا پیدا کرے گا ان کے ظاہری اسباب سے کوئی نسبت نہیں ہوگی اور مسلمانوں کی سواری گویا بجلی کی طرح اُڑتی ہوئی آگے نِکل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تیسرے اس رُوحانی نظارہ میں یہ اشارہ تھا کہ مسلمانوں کیلئے جس نئے ماحول کا دروازہ کھولا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں اسلام کیلئے ہر قسم کی برکات رکھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا بَارَکۡنَا حَوۡلَہٗ یعنی ہم نے اس نئے میدان کے ماحول کو تمہارے لیے بابرکت بنایا ہے۔'' اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ عرب اور اہلِ عرب کی حدود سے باہر نکل کر اسلام نے ایسا محسوس کیا کہ گویا یہ ماحول پہلے سے ہی انہی کیلئے تیار کیا جا چکا تھا اور اس محاذ میں اسلام کی غیر معمولی فتوحات پہلے سے مقدّر تھیں۔ دورانِ سفر میں جو نظارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے ان کی تشریح تو خود کشف کے اندر موجود ہے کہ ان فتوحات کے زمانہ میں مسلمانوں کو دُنیا کے اموال و اَمۡتِعَہ اپنی طرف کھینچیں گے مگر گو یہ دُنیا کی نعمتوں کا پانی پینے کی حد تک بے شک استعمال کیا جائے لیکن چونکہ اس کی کثرت غرق کر دینے کا سامان بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے اس لیے مسلمانوں کو اس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ ابلیس کا نظارہ عقیدہ کی گمراہیوں اور ضلالتوں کا مجسمہ ہے اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ان کی فاتحانہ یلغار میں انہیں شیطانی طاقتیں جادۂ صواب سے منحرف نہ کر دیں۔ پھر نبیوں کی ملاقات ہے جو اپنے اندر برکت اور سلام کے پیغام کے علاوہ یہ معنی بھی رکھتی ہے کہ آئندہ فتوحات میں دُنیا کی قومیں اسلامی برکات سے متمتع ہو کر اس کی برتری کا سکہ مانیں گی۔ چنانچہ یہ ایک تاریخ کا کھلا ہوا وَرق ہے کہ یورپ و امریکہ کی موجودہ بیداری اسلام ہی کے ساتھ واسطہ پڑنے کے نتیجہ میں ہے۔ ورنہ اسلام سے قبل یہ سب قومیں جہالت کی نیند سو رہی تھیں اور یورپ کے غیر متعصّب محققین نے اسلام کے اس فیض و برکت کو کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مغرب نے علومِ جدیدہ کا پہلا سبق اسلام ہی سے سیکھا ہے۔ بالآخر بیت المقدس میں پہنچ کر آپؐ کی اقتداء میں گذشتہ نبیوں کے نماز پڑھنے کا نظارہ ہے۔ مگر یہ نظارہ ایسا ہے جو خود اپنی آپ تفسیر ہے جس کیلئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اسراء میں بعض اور حقائق بھی ہیں مگر ہم اختصار کے خیال سے صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

الغرض معراج اور اسراء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نہایت اعلیٰ درجہ کے کشوف تھے جن میں آپ کو آپؐ کی اور آپؐ کی اُمّت کی آئندہ فتوحات اور ترقیوں کے نظارے دکھائے گئے اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ کشوف خدا کی طرف سے تھے کیونکہ ان میں آپؐ کو جو کچھ دکھایا گیا اسی طرح وقوع پذیر ہوا اور اب تک ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا۔ اب دیکھو کہ اس عظیم الشان پہلو کے مقابلہ پر محض ظاہری اور جسمانی سفر کو کیا حقیقت حاصل ہے۔ اگر ان سفروں کو ظاہری جسمانی سفر قرار دیا جائے تو اس سے زیادہ اس کے معنے نہیں بنتے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ماتحت آپؐ کو ایک خارقِ عادت رنگ میں جسمانی طور پر مکہ سے اُٹھا کر بیت المقدس تک پہنچا دیا اور زمین سے اُٹھا کر آسمانوں کی سیر کرا دی۔ یہ بیشک ایک بہت پُر لطف اور مقتدرانہ نظارہ سمجھا جا سکتا ہے مگر اسے اس عظیم الشان حقیقت سے جو ان رُوحانی مناظر میں مخفی ہے جس کا دامن ہجرتِ یثرب سے لے کر گویا قیامت تک پھیلا ہوا ہے کچھ دُور کی بھی نسبت نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ خود مسلمان کہلانے والوں کا ایک طبقہ بھی اسے ایک عجوبہ نمائی سے زیادہ حیثیت نہیں دینا چاہتا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان روحانی مناظر میں اس کے بڑے بڑے نشانات مخفی ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے کشوف کم و بیش سبھی انبیاء کو ہوتے آئے ہیں اور سارے نبیوں کو ہی اُن کی اُمتوں کے آئندہ حالات کا فی الجملہ نظارہ کرایا جاتا رہا ہے اور اسی لئے بعض صوفیا نے لکھا ہے کہ معراج بھی ہر نبی کو ہوا ہے اور حضرت موسیٰؑ کے کشفِ روحانی کا ذکر تو خود قرآن شریف میں بھی آتا ہے مگر ''فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نظارہ دکھایا گیا اور جو معراج آپؐ کو نصیب ہوا وہ اپنی بلندی اور اپنی وسعت اور اپنے گونا گوں کوائف میں ایک ایسی اَرفع شان رکھتا ہے جو کسی دُوسرے کو حاصل نہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

معراج اور اسراء کے وقوع کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے مگر روایات کا کثیر حصّہ اِس طرف گیا ہے کہ یہ نظارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرتِ یثرب سے کچھ عرصہ پہلے دکھلائے گئے تھے اور کم از کم اسراء کے کشف کی جو تشریح ثابت ہوتی ہے وہ اسی خیال کی مؤید ہے کہ اسراء کا کشف ہجرت کے قریب ہی ہوا تھا اور امام بخاری نے بھی جن کا پایہ روایت میں بہت بلند مانا گیا ہے اسراء اور معراج کو ہجرت کے واقعات سے معاً پہلے لکھا ہے۔ پس اکثر مؤرخین کا یہ خیال دُرست معلوم ہوتا ہے کہ اسراء اور معراج ہجرت سے کم و بیش ایک سال پہلے وقوع پذیر ہوئے اس طرح ان کا زمانہ 12 نبوی یا ابتداء 13 قرار پاتا ہے اور اسراء کے متعلق تو یقینا یہی صحیح ہے گو معراج کا واقعہ غالباً اس سے پہلے کا ہے۔ ان کی آپس کی ترتیب کے متعلق بھی مؤرخین میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ان دونوں سفروں کو ایک ہی سفر یا ایک ہی سفر کے دو حصے قرار دیتے ہیں اُنہوں نے بالعموم اسراء کو پہلے اور معراج کو بعد میں رکھا ہے کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ پہلے آپ مکہ سے بیت المقدس تک گئے اور پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف اُٹھائے گئے لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ خیال دُرست نہیں ہے بلکہ اسراء اور معراج جُدا جُدا چیزیں ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کو جُداگانہ چیزیں ماننے والوں کے درمیان بھی ان کی ترتیب کے متعلق اختلاف ہے۔ ابنِ اسحاق نے اسراء کو پہلے رکھا ہے اور معراج کو بعد میں اور اس خیال کی تائید بخاری سے بھی ہوتی ہے جس میں اسراء اور معراج کے الگ الگ باب باندھ کر اسراء کو معراج سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ مگر ابنِ سعد نے صراحت کے ساتھ اس کے خلاف رائے ظاہر کی ہے اور معیّن تاریخیں بیان کر کے معراج کو اسراء سے پہلے رکھا ہے، چنانچہ ابنِ سعد نے معراج کی تاریخ رمضان ۱۲ نبوی بیان کی ہے اور اسراء کی ربیع الاوّل 13 اور طبری کا بھی اسی طرف میلان نظر آتا ہے کہ معراج کا واقعہ اسراء سے پہلے کا ہے کیونکہ طبری نے معراج کو ابتداء دعویٰ میں رکھا ہے۔ ہم ان تاریخوں کی تحقیق میں تو نہیں گئے مگر واقعات کے تفصیلی مطالعہ سے ہم اس طرف ضرور مائل ہیں کہ معراج کا واقعہ اسراء سے پہلے ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

......☆......☆......☆......

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است

منظوم فارسی کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں، میرا یہ خاکی جسم آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، اور عقل کے کانوں سے سنا، ہر جگہ محمدؐ کے جلال کا شہرہ ہے

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خُدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

معرفت کا یہ چشمۂ رواں جو میں خلقِ خدا کو پیش کرتا ہوں، یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے محض ایک قطرہ ہے

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدؐی ست
ویں آبِ من ز آبِ زُلالِ محمدؐ است

میری یہ آگ محمدؐ کے ہی عشق الٰہی کی آگ کا پرتو ہے، میرا یہ پانی یعنی زندگی بخش تعلیم محمدؐ کا ہی مصفّٰی پانی ہے

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو خدا کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے واسطے جوش نہیں رکھتے اُنکی نمازیں جھوٹی ہیں اور انکے سجدے بیکار ہیں، جب تک خدا کیلئے جوش نہ ہو یہ سجدے صرف منتر جنتر ٹھہرینگے جنکے ذریعہ سے یہ بہشت کو لینا چاہتا ہے۔ (ملفوظات، جلد 1 صفحہ 357، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالبِ دُعا: صبیحہ کوثر و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کوئی جسمانی بات جسکے ساتھ کیفیت نہ ہو، فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ خدا کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے، ایسے تمہارے رکوع اور سجود بھی نہیں پہنچتے، جب تک اُنکے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ خدا کیفیت کو چاہتا ہے خدا اُن سے محبت کرتا ہے جو اُسکی عزت اور عظمت کیلئے جوش رکھتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ 357)

طالبِ دُعا: نور جہاں بیگم و افراد خاندان (جماعت احمدیہ کولکاتہ، صوبہ مغربی بنگال)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کی پاکیزہ جھلکیاں

(دلاور خان، خادم سلسلہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

حدیث قدسی ہے : لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو زمین اور آسمان کو پیدا نہ کرتا۔

مَیں آپؐ سے کہتا ہوں کہ اَے حضرت لولاکؐ
ہوتے نہ اگر آپؐ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپؐ کی خاطر ہے بنا آپؐ کی شئے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپؐ کے املاک

(از کلام محمود)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے وحشت خیز معاشرے میں پیدا ہوئے۔ جہاں انسانی قدریں ناپید اور اخلاق حسنہ معدوم تھے۔ انسان کی عزت کا معیار اس کا خاندان اور اس کی دولت تھی۔ مرد اور عورت میں تفاوت تھا۔ عورتوں کی یہ حالت تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد اسکی بیویاں اس کے ورثاء میں ترکہ کی طرح بانٹی جاتی تھیں۔ غلامی عام تھی اور غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ بت پرستی انکا مذہب اور توہم پرستی ان کے ایمان کا حصہ تھی۔ معمولی باتوں پر آمادۂ جنگ ہو جانا ان کیلئے معمولی سی بات تھی۔ مذاہب جو موجود تھے وہ اپنے مذہبی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے۔ عیسائیت اور یہودیت موجود تو تھی لیکن اپنی ادنیٰ ترین شکل میں تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اس درجہ پہ پہنچی ہے کہ اگر تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کسی نے آپؐ کے مقابلہ میں کچھ نہیں کیا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت کو اگر دیکھا جاوے تو وہ ہمہ تن خدا ہی کیلئے نظر آتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں کوئی نظیر نہیں رکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور کامیاب زندگی کی تصویر یہ ہے کہ آپؐ ایک کام کیلئے آئے اور اُسے پورا کر کے اس وقت دنیا سے رخصت ہوئے جس طرح بندوبست والے پورے کاغذات پانچ برس میں مرتب کر کے آخری رپورٹ کرتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ اُس دن سے لے کر جب قُمْ فَاَنْذِرْ (المدثر:3) کی آواز آئی۔ پھر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (النصر : 2) اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ:4) کے دن تک نظر کریں، تو آپؐ کی لانظیر کامیابی کا پتہ ملتا ہے...... جیسے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: 159) اس دعویٰ کے مناسب حال یہ ضروری تھا کہ کل دنیا کے مکرو مکاید متفق طور پر آپؐ کی مخالفت میں کیے جاتے۔ آپؐ نے کس حوصلے اور دلیری کے ساتھ مخالفوں کو مخاطب کر کے کہا کہ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا (ہود: 56) یعنی کوئی دقیقہ مکر کا باقی نہ رکھو۔ سارے فریب مکر استعمال کرو۔ قتل کے منصوبے کرو۔ اخراج اور قید کی تدبیریں کرو، مگر یاد رکھو سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر: 46) آخر فتح میری ہے۔ تمہارے سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ تمہاری ساری جماعتیں منتشر اور پراگندہ ہو جاویں گی...... جیسے وہ عظیم الشان دعویٰ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا کسی نے نہیں کیا اور جیسے فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا کہنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ یہ بھی کسی کے منہ سے نہ نکلا۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یہ الفاظ اسی کے منہ سے نکلے جو خدا تعالیٰ کے سائے کے نیچے الوہیت کی چادر میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔“

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 344 ایڈیشن 2003 قادیان)

پھر ایک جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ (ھود: 113) یعنی سیدھا ہو جا...... اور دُوسروں کو بھی سیدھا کر۔ عرب کیلئے سیدھا کرنا کس قدر مشکل تھا...... اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان اور قوت قدسی کا پتہ لگتا ہے...... پاک جماعت تیار کی کہ اُنکو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 111) کہا گیا اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (البینۃ: 9) کی آواز اُن کو آگئی...... غرض ایسی کامیابی آپ کو ہوئی کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے واقعاتِ زندگی میں نہیں ملتی۔“

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 166 مطبوعہ 2018 قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے سے پہلے اس زمانہ کا نقشہ قرآن مجید میں ایک جگہ اس طرح آیا ہے: كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (آل عمران: 104) تم اس نبی کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے۔ ساری دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے ظلمت کو روشنی سے بدلنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان : 2) تا کہ آپ دنیا والوں کو ان کی برائیوں پر آگاہ اور ہوشیار فرمائیں اور ان کی اصلاح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الحدید: 18) روحانی طور پر دنیا مرگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلہ اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پھر زندگی بخشی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے ذریعہ جو اخلاقی تبدیلی رونما ہوئی اس کا ذکر یوں فرماتا ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران: 104) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل نے تم کو آپس میں بھائیوں کی طرح کر دیا۔

(ماخوز از کتاب خطابات مریم، جلد 1 صفحہ 291، سن اشاعت 2008ء)

پھر ایک جگہ اُس دور کے بارہ میں قرآن کریم نے ان الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورۃ الروم:42)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جن کو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے...... اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے۔ ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا۔ حرام کا کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا۔ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ یعنی آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہوگئیں۔ ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے۔ آدم خور بھی تھے۔ دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاد سے منکر تھے۔ بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے۔ یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے۔ بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جس کا زنا کاری میں اول نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ بے علمی اس قدر تھی کہ اردگرد کی تمام قوموں نے ان کا نام اُمّی رکھ دیا تھا۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن، جلد 10 صفحہ 328)

انسانی پیدائش کی غرض

انسانی زندگی کا مقصد جو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اَلذّٰرِیٰت: 57) انبیاء کی بعثت کا مقصد جہاں خالق حقیقی سے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے وہاں مخلوق خدا سے شفقت، ہمدردی، ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنا، خدا تعالیٰ کی خاطر خدا تعالیٰ کے بندوں سے محبت کرنا ہوتا ہے۔ تمام انبیاء کرام نے اسکی ہی تعلیم دی۔ نیز انسان کی پیدائش کی غرض یہ بھی مقرر فرمائی ہے کہ بندہ صحیح طور پر اس کا عبد بن جائے اور جو کام اللہ نے انسانوں کیلئے مقرر کئے ہیں انہیں پورا کریں اور جن امور سے روکا گیا ہے ان سے رکیں اسکی دوسروں کو بھی تحریک کریں۔ واضح ہوا کہ انسان اپنی پیدائش کی غرض کو سمجھے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر تاریکی کے زمانہ میں اپنے رسول بھیجے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نمایاں فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 57) ترجمہ: یقیناً اللہ اور اسکے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○

(الانعام: 163، 164)

ترجمہ: تو (ان سے) کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کیلئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ (اور) اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس (امر) کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

یعنی عبادت اور زندگی وموت اللہ کیلئے مخصوص کر دی۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مکمل نقشہ

اللہ تعالیٰ نے صرف ایک فقرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور کردار بلکہ تمام زندگی کی تفصیل قرآن مجید کی اس آیت قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: 163) میں بیان فرمادی ہے۔ کوئی انسان آپ کے اوصاف پوری طرح بیان نہیں کر سکتا۔ انسانی زندگی کا یہ نصب العین ربّ العلمین کا تجویز فرمودہ ہے۔ جیسا کہ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ

اَلۡمُسۡلِمِیۡنَ (الانعام:164) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام دنیا کیلئے اسوہ حسنہ قرار دیا

جیسا کہ فرمایا: لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا

(الاحزاب:22)

ترجمہ: یعنی اے لوگو! یہ رسول پیروی کرنے کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کیلئے جو خدا تعالیٰ کی رحمت اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہو اور اللہ کو بہت یاد رکھتا ہو۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(الانعام:163)

آپؐ کی زندگی کا دستور العمل اور مرکزی نقطہ بیان فرماتا ہے۔

دونوں آیات پر (یعنی الاحزاب 57 اور الانعام 163 و 164) پر یکجا طور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد مقام محمدیت کی پیروی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور کامل اتباع کے ساتھ اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کسی انسان کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسا سرشار نہ ہو جائے کہ ہر قول اور فعل میں آپؐ کا کامل فرمانبردار ہو اور یہ دولت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی زندگی میں یہ حالت پیدا نہ ہو جائے کہ وہ اپنی تمام خواہشوں اور جذبات پر اپنے ہاتھ سے ایک موت وارد کرے اور اس کے دائرہ عمل کا مرکز اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ جب انسان اس عظیم الشان قربانی کیلئے تیار ہو جاتا ہے تب اس میں اسلام کی حقیقی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کیفیت کو قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الانعام: 164) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظّمہ میں شامل حال رہا اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپؐ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقتاً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہو گئے۔ آپ کا بڑا بھاری خلق جس کو آپ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی ان کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنی اس کا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کیلئے ہے تا میرے مرنے سے ان کو زندگی حاصل ہو...... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کیلئے جان کو وقف کر دیا تھا اور دُعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور ان کے جور و جفا اٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ، فَلَا تَذۡہَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡہِمۡ حَسَرٰتٍ کیا تو اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کیلئے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا؟ اور کیا ان لوگوں کیلئے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو حسرتیں کھا کھا کر اپنی جان دے گا۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد 10، اسلامی اصول کی فلاسفی، صفحہ 447)

آپؐ کے دعویٰ سے قبل اخلاق اعلیٰ کی جھلک

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدائش سے قبل ہی یتیم ہو چکے تھے۔ جیسے جیسے پروان چڑھتے رہے تو آپؐ بتوں کی پوجا سے بیزار تھے۔ غار حرا میں اللہ کی عبادت کیلئے چلے جایا کرتے تھے۔ نیک کاموں، مہمان نوازی، مظلوم کی مدد اور معاملہ فہمی میں بھی ایک نمایاں کردار کے مالک تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب خانہ کعبہ میں حجر اسود مرمت کے بعد رکھا جانا تھا تو قریش کے سرو داروں میں جھگڑا ہوا گیا چنانچہ سب نے جب آپ کو خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو یک لسان پکار اٹھے کہ آپؐ فیصلہ فرمائیں تو آپؐ نے ایک چادر میں حجر اسود رکھا اور ان سرداروں کو کہا کہ اس چادر کے کونوں کو پکڑو پھر نزدیک پہنچنے پر حجر اسود کو اپنی جگہ خود اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھ دیا۔ کیا خوب تھی آپؐ کی دعویٰ سے قبل معاملہ فہمی اور بہترین پر حکمت فیصلہ کن تجویز۔

پانچ اہم اخلاق

ابھی آپؐ نے نبوت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا تھا کہ آپؐ ساری قوم کا اعتماد اس رنگ میں حاصل فرما چکے تھے کہا آپؐ سے بڑھ کر مظلوم کا کوئی حامی نہیں ...... جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی، آپؐ ذمہ داری کے احساس سے گھبرائے ...... آپ گھر تشریف لے گئے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو...... آپ نے تفصیل بیان فرمائی۔ سنتے ہی حضرت خدیجہؓ کے منہ سے بے اختیار جو الفاظ نکلے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور آپ کی اس شان ربوبیت پر روشنی ڈالتے ہیں جو آپ اپنے سلوک سے اہل مکہ کی کر رہے تھے۔ حضرت خدیجہؓ بے اختیار کہہ اٹھیں:

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخۡزِیۡکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحۡمِلُ الۡکَلَّ وَتَکۡسِبُ الۡمَعۡدُوۡمَ وَتَقۡرِی الضَّیۡفَ وَتُعِیۡنُ عَلٰی نَوَائِبِ الۡحَقِّ۔ (بخاری، باب بدء الوحی)

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا آپ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں، نیک سلوک کرتے ہیں، ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔

آپ بے وارثوں کے وارث ہیں اور ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جو اخلاق اور نیکیاں دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں آپ کے ذریعہ دنیا میں پھر سے ان کا احیاء ہو رہا ہے۔ آپ مہمان نواز بھی ہیں۔ حق کی خاطر ہر مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں ...... یہ پانچ چیزیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف اپنی زندگی کو بلکہ بین الاقوامی تعلقات کو ہمیشہ کیلئے درست کر دیا ...... یہ نظام نو ہو گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں قائم فرمایا۔‘‘

(ماخوذ از کتاب خطابات مریم، جلد 1، صفحہ 118)

دعویٰ سے قبل مظلوم کی مدد

مجلس حلف الفضول میں آپ کی شمولیت خلق خدا کی خدمت تھی۔ آپؐ بچپن سے سوچنے فکر کرنے کی طبیعت رکھتے تھے اور نیکی کی طرف ہی رجحان تھا چنانچہ مکہ کے کچھ نوجوانوں نے مظلوموں کی مدد کیلئے ایک انجمن بنائی تو آپ بڑے شوق سے اس مجلس میں شامل ہو گئے۔ مجلس کے ممبروں نے ان الفاظ میں قسمیں کھائی تھیں کہ وہ مظلوموں کی مدد کریں گے اور ان کے حق ان کو لیکر دیں گے جب تک کہ سمندر میں ایک قطرہ پانی کا موجود ہے اگر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تو وہ خود اپنے پاس سے مظلوم کا حق ادا کر دیں گے۔

(نبیوں کا سردارؐ، مصنّفہ حضرت مصلح موعودؓ، صفحہ 10)

چنانچہ آپؐ نے ایک مظلوم کا حق ابوجہل سے دلوایا۔ اس مظلوم کو مخالفوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھجوایا تھا تاکہ آپؐ ابوجہل کے پاس جائیں اور ابوجہل آپؐ کو ذلیل کرے۔ شدید ترین دشمن ابوجہل نے جب دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مظلوم کو لیکر آئے ہیں تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ آپؐ کے دائیں اور بائیں دو مست اونٹ کھڑے ہیں جو اس کی گردن مروڑ کر اس کو ہلاک کر دیں گے تو ابوجہل نے بلا چوں چرا اس مظلوم کا قرض ادا کر دیا۔

دعویٰ سے قبل صدیق و امین کہلائے

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ سال کے ہوئے تو آپؐ کی نیکی اور آپ کے تقویٰ کی شہرت عام طور پر پھیل چکی تھی لوگ آپ کی طرف انگلیاں اُٹھاتے اور کہتے یہ سچا انسان جا رہا ہے۔ یہ امانت والا انسان جا رہا ہے۔ یہ خبریں مکہ کی ایک مالدار بیوہ کو بھی پہنچیں اور اُس نے آپ کے چچا ابوطالب سے خواہش کی کہ وہ اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہیں کہ اُس کا تجارتی مال جو شام کے تجارتی قافلہ کے ساتھ جا رہا ہے وہ اُس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔ ابوطالب نے آپ سے ذکر کیا اور آپ نے اسے منظور کر لیا۔ اس سفر میں آپ کو بڑی کامیابی ہوئی اور اُمید سے زیادہ

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

عصرِ حاضر میں لازم ہے کہ آپ تعلیمی اور تربیتی امور کیطرف توجہ دیں تاکہ آپ اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کے بارہ میں اپنے علم اور عرفان میں اضافہ کر سکیں اور اپنے ایمان میں ترقی کریں اور مثالی احمدی مسلمان بن سکیں۔

(جلسہ سالانہ آئرلینڈ 3/اکتوبر 2021ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آپکو کوشش کرنی چاہئے کہ آپ میرے خطباتِ جمعہ کو توجہ سے سنیں اور ان سے پورا فائدہ اٹھائیں آپ سبکو چاہئے کہ آپ mta باقاعدگی سے دیکھیں کیونکہ اس پر متعدد اعلیٰ پروگرام نشر ہوتے ہیں جو ہماری روحانیت کو ترقی دینے والے ہیں۔

(جلسہ سالانہ آئرلینڈ 3/اکتوبر 2021ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام)

طالب دعا: محمد پرویز حسین اینڈ فیملی (گوروپالی۔ساؤتھ) شانتی نکیتن (جماعت احمدیہ بیربھوم، بنگال)

جلسہ سالانہ آئرلینڈ 3/اکتوبر 2021ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام

نفع کے ساتھ آپ لوٹے۔ خدیجہؓ نے محسوس کیا کہ یہ نفع صرف منڈیوں کے حالات کی وجہ سے نہیں بلکہ امیر قافلہ کی نیکی اور دیانت کی وجہ سے ہے۔ اُس نے اپنے غلام میسرہ سے جو آپ کے ساتھ تھا آپ کے حالات دریافت کئے اور اُس نے بھی اُس کے خیال کی تائید کی اور بتایا کہ سفر میں جس دیانتداری اور خیر خواہی سے آپ نے کام کیا ہے وہ صرف آپؐ ہی کا حصہ تھا۔ (نبیوں کا سردار صفحہ 15 ایڈیشن 1973)

جب آپؐ مکہ سے مدینہ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سونے کی تلقین کی کیونکہ کچھ امانتیں مکہ کے لوگوں نے آپؐ کے پاس رکھوائی ہوئی تھیں۔ حضرت علیؓ کے ذریعہ یہ امانتیں واپس ہوئیں۔ یہ واقعہ بھی آپؐ کی امانت و دیانتداری کا ثبوت دیتا ہے اس لئے آپؐ صدیق و امین کے لقب سے نوازے گئے۔

ابتدائی تین سال تک آپؐ علیحدہ علیحدہ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چوتھے سال آپؐ پر جب یہ حکم نازل ہوا : وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۵﴾ (الشعراء:215) تب آپؐ نے سب قریش کو آواز دے کر جمع کیا اور ان سب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر مَیں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر تمہاری تباہی کے لئے آرہا ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کروگے؟ سب نے یک لسان ہوکر کہا کیوں نہیں۔ مَا جَرَّبۡنَا عَلَیۡکَ اِلَّا صِدۡقًا یعنی ہم نے سوائے سچائی کے آپؐ میں کوئی اور بات نہیں دیکھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بُعِثۡتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الۡاَخۡلَاقِ کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں تمام مسلمانوں کو یہ حکم فرمایا ہے : لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب: 22) کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہر شعبہ زندگی میں اعلیٰ اخلاق دکھانے کا موقعہ عطا فرمایا اور ایسا نمونہ آپؐ نے دکھایا جو ساری دنیا کے لئے قابل تقلید ہے۔

سب کی نجات
اب آنحضرتؐ کی پیروی سے وابستہ ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ بلند شان اور اعلیٰ مقام آپؐ کو عطا فرمایا کہ آپؐ نے اعلان کیا : قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (الاعراف: 159) یعنی تُو کہہ دے کہ اے لوگو مَیں تم سب کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ مَیں نے ساری دُنیا کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے کیونکہ میں اس خدا کی طرف سے آیا ہوں جو ربّ العالمین ہے جس کے متعلق قرآن میں آتا ہے وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ (الانعام: 165) کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اُس کی ربوبیت سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے کامل مظہر کے لئے ضروری تھا کہ وہ بھی ساری دُنیا کے لئے مبعوث کیا جائے۔ دُنیا کے سب انسانوں کی نجات اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔

ایک سراج منیر فاران کی چوٹیوں پر چمکا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہر طرف سے ضلالت اور ظلمت کی گھنگھور گھٹا دُنیا پر چھاگئی اس وقت اس تاریکی کو دُور کرنے اور ضلالت کو ہدایت اور سعادت سے تبدیل کرنے کے لئے ایک سراج منیر فاران کی چوٹیوں پر چمکا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 83، ایڈیشن 2018، قادیان)

آنحضرتؐ کی بعثت کی غرض

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ (الانبیاء: 108) یعنی اَے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکے بھیجا ہے۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے نازل کرنے کی غرض بتاتے ہوئے فرماتا ہے :

ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳﴾ (البقرہ:3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ اُن کی نظیر نہیں پائی جاسکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جیسے تمام کمالاتِ متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دیئے۔ اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے، وہ قرآن شریف میں جمع کر دیئے۔ اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام اُمتوں میں تھے وہ اس اُمت میں جمع کر دیئے۔ پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے، اُسی کی موافق اس نے ہمیں قویٰ بھی عطا کیے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 310 ایڈیشن 2018، قادیان)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ہیں۔

رُوحانی تاریکی
روحانی سورج ہی سے دُور ہوسکتی ہے

اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے۔ ازل سے اس کا یہ قانون جاری ہے کہ انسان کی جسمانی پرورش اور ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی ترقی اور اس کی تکمیل کے ذرائع بھی بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ یہ دونوں سلسلے یعنی روحانی اور جسمانی انسان کی تخلیق کے ساتھ شروع ہوئے اور ہمیشہ جاری رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق یہ ناممکن ہے کہ کوئی قوم روحانی طور پر گمراہی میں مبتلا ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کے سامان نہ کئے ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۵﴾ (فاطر:25) رُوحانی تربیت حاصل ہوجانے کے ایک عرصہ بعد جب وہ پھر بگڑنے لگیں تو ...... ان کی اصلاح کے سامان پیدا کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے : ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ کُلَّمَا جَآءَ اُمَّۃً رَّسُوۡلُہَا کَذَّبُوۡہُ۔ (المؤمنون: 45) یعنی ہم یکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے مگر جب کسی قوم میں رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مذہب کی بنیاد کسی نبی کے ذریعہ ہی قائم کی پھر اس نبی کی وفات کے بعد اس کے قائم کردہ سلسلہ کو جب تک زندہ رکھنا چاہا اس کی حفاظت کے لئے خلفاء یعنی اس نبی کے جانشین مبعوث فرماتا رہا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہا تو پھر اس میں کوئی ربانی مصلح نہیں بھیجا اور اس طرح الٰہی حفاظت اس سلسلہ کی ختم ہوگئی۔

زندہ مذہب صرف اسلام ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ نبی اور قرآن مجید زندہ کتاب اور اسلام کے سوا اس وقت روئے دُنیا پر کوئی مذہب زندہ نہیں۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ کتنا موہ لینے والا تصور ہے۔ اسلام کے زندہ خدا جس پر دل سے ایمان لے آنا ایک رسمی ایمان نہیں رہتا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت بن جاتا ہے...... دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں نے اپنی طاقت کے نشہ میں خدا کے پیارے بندوں سے ہمیشہ ہی مخالفت کی...... مگر وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ۔

زندہ خدا کی سب سے بڑی تجلی

زندہ خدا کی سب سے بڑی تجلی سرور دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود بابرکت کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوئی۔ آپؐ اکیلے تھے۔ سارا مکہ آپؐ کا مخالف تھا۔ اردگرد کی سلطنتیں آپؐ کی جانی دشمن تھیں۔ یہود و نصاریٰ آپؐ کے خون کے پیاسے تھے مگر آپؐ جانتے تھے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ آپؐ ہی غالب آئیں گے۔ کتنا زبردست ایمان تھا، آپؐ کو اپنے زندہ خدا پر کہ جب سرداران مکہ نے آپؐ کے سامنے اپنا یہ مطالبہ پیش کیا کہ اگر آپؐ کو دولت کی ضرورت ہے تو ہم دولت کے ڈھیر آپؐ کے قدموں پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ شادی کرنا چاہتے ہیں تو مکہ کی حسین ترین لڑکی سے شادی کروادیتے ہیں۔ حکومت کی خواہش ہے تو اپنا سردار بھی آپؐ کو ماننے کو تیار ہیں لیکن ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں اور توحید کا پرچار نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا میرے چچا! ان سے کہہ دیں کہ یہ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی لا کھڑا کریں تب بھی اس پیغام حق کو پہنچانے سے میں رُک نہیں سکتا جو میرے سپرد کیا گیا ہے کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۔ (ماخوذ از خطابات مریم جلد 1 صفحہ 146 تا 152)

کیا تُو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لے گا

جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پاتے ہیں کہ پیارے آقا کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر الٰہی اور دعا میں گزرتا تھا۔ مخلوق خدا کے ساتھ شفقت اور ہمدری آپؐ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپؐ نے رضائے الٰہی اور مخلوق خدا کی ہمدردی میں اپنا سب کچھ بھلا دیا۔ یہاں تک کہ رحمت الٰہی نے پکارا : لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴﴾ (الشعراء: 4) اَے رسول کیا تُو اپنے آپ کو ہلاک کردے گا۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان کی دولت سے اپنے دامن نہیں بھرتے اور یقین سے پُر نہیں ہوتے۔ مومن بنانے کا یہ انتہائی جذبہ تھا جس کی وجہ سے آپؐ انسانیت کے معراج تک پہنچائے گئے۔

بنی نوع انسان سے آپ کی شفقت اور ہمدردی کی مثال دنیا کی کوئی تاریخ نہیں پیش کرسکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے متعلق گواہی دی کہ : لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۹﴾ (التوبہ: 129) اس آیت میں عزیز اور حریص کے الفاظ سے آپؐ کے مظہر صفت رحمٰن ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ بنی نوع انسان اور تمام حیوانات تک کیلئے آپؐ کا وجود

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ✡ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ✡ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

طالب دعا: رحیمت بی بی صاحب (مکرم شجاعت علی کان صاحب مرحوم اینڈ فیملی) دار الفضل، کیرنگ صوبہ اڈیشہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں فرماتے ہیں:

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا ✡ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

اس نُور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں ✡ وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

سراپا رحمت ہے۔ بنی نوع انسان کی کسی تکلیف کا دیکھنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرتا تھا۔

عرب کی وحشیانہ حالت میں نظامِ انسانیت اور رُوحانیت کا قیام

جب عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں نہیں رہا تھا ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے......پس اسی وجہ سے قرآن شریف دُنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقعہ نہیں ملا اور قرآن شریف کو ملا اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بنادے اور انسان سے با اخلاق انسان بنادے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنادے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شعر میں کس قدر خوبصورتی سے اس تمام مضمون کو بیان فرما دیا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں :

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

ترجمہ: اَے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایک قوم کو پایا جو گوبر کی طرح ذلیل تھی مگر آپ نے اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ اس کو سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

انسان کے اخلاق کو پرکھنے کے دو بڑے معیار

اوّل :: اگر وہ مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہو تو اس وقت اس کا خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان سے کیسا تعلق رہتا ہے اگر دُکھ اور تکالیف آئیں ہی نہیں تو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اخلاص، استقلال اور صبر کے معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے یا شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔

دوم :: دوسرا معیار یہ ہے کہ انسان کو عروج حاصل ہو تو اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ رہتا ہے؟ اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کرتا ہے؟ عفو سے کام لیتا ہے یا انتقام پر کمر بستہ ہو جاتا ہے؟

پس ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر پہلو سے آپ کامل نمونہ ہیں۔

(ماخوذ از خطابات مریم جلد 1 صفحہ 292، 293)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ایک وقت ہے کہ آپؐ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرلے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے غرضیکہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑ ہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔ لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں۔ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کر سکتے، مگر یہ مرد میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہؓ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا، بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی اور آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ میں ہوں۔ کہتے ہیں حضرتؐ کی پیشانی پر ستر زخم لگے۔ مگر زخم خفیف تھے۔ یہ خلق عظیم تھا۔

ایک وقت آتا ہے کہ آپؐ کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے پاس بھی نہ ہوں۔ آپؐ نے وہ سب ایک سائل کو بخش دیں۔ اب اگر پاس نہ ہوتا تو کیا بخشتے۔ اگر حکومت کا رنگ نہ ہوتا تو یہ کیونکر ثابت ہوتا کہ آپؐ واجب القتل کفار مکہ کو باوجود مقدرت انتقام کے بخش سکتے ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمان عورتوں کو سخت سے سخت اذیتیں اور تکلیفیں دی تھیں، جب وہ سامنے آئے تو آپ نے فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ میں نے آج تم کو بخش دیا۔ اگر ایسا موقع نہ ملتا تو ایسے اخلاق فاضلہ حضورؐ کے کیونکر ظاہر ہوتے۔ یہ شان آپؐ کی اور صرف آپ کی ہی تھی۔ کوئی ایسا خلق بتلاؤ جو آپ میں نہ ہو اور پھر بدرجہ غایت کامل طور پر نہ ہو۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 84 ایڈیشن 2003، قادیان)

بہر کیف مصائب اور تکلیف کے دوران آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کا صبر و تحمل دیکھیں کہ اپنے پیارے وطن سے نکالے گئے، جنگوں میں شہید ہوئے لیکن ظلم کے مقابل ظلم نہیں کیا۔ پھر دوسرا دَور آپؐ کا عروج کا تھا، بادشاہت اور نبوت دونوں تھی۔ اس وقت بھی اپنے حسن اخلاق کا کیا حسین دلکش مظاہرہ کیا اور اپنے جانی دشمنوں کو معاف کیا۔ دُنیا کی تاریخ میں آج تک ایسے اعلیٰ اخلاق فاضلہ اور کردار کا کوئی وجود ظاہر نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

......☆......☆......☆......

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

منصورہ فضل منؔ (قادیان)

گُل جہاں میں انکی عظمت دیکھنا
انبیاء میں جاہ و حشمت دیکھنا
دیکھ لو سارے زمانے کا چلن
پھر مرے آقاؐ کی سُنت دیکھنا
قوّت قدسی سے بدلے دل سبھی
دُور کی روح کی کثافت دیکھنا
دیکھنا ہے گر خدا کا معجزہ
ایک اُمّیؐ کی رسالت دیکھنا
مغفرت میں شان بالا آپؐ کی
کافروں کا ظلم و دہشت دیکھنا
نہ دیا تھا ظالموں کا کچھ جواب
ملک سے اپنے کی ہجرت دیکھنا
راہبروں کے راہبر ہیں آپؐ ہی
اور اعلیٰ ہے شجاعت دیکھنا
چشمہء فیضان و عرفانِ خدا
رہ نہ جائے پیاسی خلقت دیکھنا
حسن و احساں کے سمندر آپؐ ہیں
منکروں نے دی شہادت دیکھنا
کیوں نا اس نور خدا پہ ہوں فدا
والضحیٰ سی ہے وجاہت دیکھنا
بادشاہی سب جہاں میں آپؐ کی
غیر کی کیا شان و شوکت دیکھنا
کہتے ہیں سب آپؐ کو صادق امین
یہ تھی سچائی سے رغبت دیکھنا
خُلق میں اعلیٰ و اکمل آپؐ ہی
دی ہے قرآں نے فضیلت دیکھنا
دے دیا عورت کو اک اونچا مقام
اور بچوں سے بھی الفت دیکھنا
کر دیئے آزاد تھے سارے غلام
فتح مکہ پر سخاوت دیکھنا
کر دیں زائل پہلی ساری شریعتیں
آخری ہے یہ شریعت دیکھنا
گر ادا انسانیت کے ہوں حقوق
آخرت میں پھر شفاعت دیکھنا
بھیجئے دن رات گر اُن پر درود
لازمی ہے پھر تو جنت دیکھنا
برکتیں حاصل مجھے سب آپؐ سے
آپؐ سے دل میں حرارت دیکھنا
منؔ کی مولا آرزو ہے آخری
خواب میں آقاؐ کی صورت دیکھنا

......☆......☆......☆......

آیئے ہم سب اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر متحد ہو جائیں
اور دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن کی ترقی کیلئے باہمی احترام، رواداری اور خلوص کے ساتھ کام کریں

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو تباہی کے دہانے سے واپس مڑنے اور دنیا میں امن وانصاف کے قیام کی توفیق عطا فرمائے

چھٹے پیس سمپوزیم جماعت احمدیہ یونان منعقدہ 26 مارچ 2022ء بموضوع ''اسلام اور یورپ۔امن، شناخت اور انضمام'' کے موقع پر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خصوصی پیغام کا اردو مفہوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

اسلام آباد (یو.کے)

23-03-2022

معزز مہمانان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے خوشی ہے کہ احمدیہ مسلم جماعت یونان آج اپنا سالانہ پیس سمپوزیم منعقد کر رہی ہے جس کا موضوع ''اسلام اور یورپ۔امن، شناخت اور انضمام'' ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور یہ دنیا میں امن اور سلامتی کا باعث بنے۔ آمین۔

بلاشبہ دنیا انتہائی نازک اور خطرناک دور سے گزر رہی ہے۔ ماضی کے تاریک دنوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے، مخالف بلاکس اور اتحاد بن رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے دنیا اپنی تباہی کو کھلی دعوت دے رہی ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، آج بہت سے ممالک ہیں جنہوں نے ایٹمی بم یا دیگر تباہ کن ہتھیار حاصل کر لیے ہیں جو تہذیب کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر کبھی ایٹمی ہتھیار استعمال کیے گئے تو اس کا خمیازہ صرف ہم ہی نہیں بھگتیں گے بلکہ ہمارے بچوں اور آنے والی نسلوں کو ہمارے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ بچوں کی نسلیں ذہنی اور جسمانی معذوری کے ساتھ پیدا ہوں گی اور ان کی امیدیں اور خواب مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس میں ان کا ذرہ برابر بھی قصور نہ ہوگا۔ کیا یہ وہ شاندار اور تابناک مستقبل ہوگا جو ہم اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہوں گے؟

یوکرائن میں ہونے والے خوفناک تنازعے نے پوری دنیا اور بالخصوص یورپ پر ایک خوفناک اثر ڈالا ہے۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اقتدار اور دولت کی نہ ختم ہونے والی خواہش نے، چاہے وہ روس، مغربی دنیا یا دیگر بڑی طاقتوں کی طرف سے ہو، بنی نوع انسان کو ایسے خطرناک راستے پر گامزن کر دیا ہے جس سے دنیا کا امن تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔

اگر خدانخواستہ موجودہ صورت حال مزید پیچیدہ ہوتی ہے تو اس کے خطرناک نتائج کے بارے میں سوچنا بھی محال ہے۔

اس لیے اس وقت عالمی راہنماؤں اور تمام بااثر افراد اور تنظیموں کو جن کا کسی بھی حد تک اثر ورسوخ ہے، اپنے تمام مفادات کو ایک طرف رکھ کر دنیا کے امن وسلامتی کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے کہ تمام قومیں ایک دوسرے پر منحصر ہیں اور ہم مضبوطی سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور گلوبلائزڈ دنیا میں رہ رہے ہیں۔ رکاوٹیں کھڑی کرنے یا خود کو الگ تھلگ کرنے کی بجائے یہ ضروری ہے کہ قومیں اور مختلف رنگ ونسل اور مذہب وملت کے لوگ مشترکہ بھلائی کے لیے مل کر کام کریں۔

امن عالم کے فروغ کے لیے اسلام کی طرف سے سکھایا جانے والا ایک طریق یہ ہے کہ باہمی اختلافات کو نظرانداز کر کے ان امور پر توجہ مرکوز کی جائے جو ہمیں متحد کرتی ہیں۔ نسل، مذہب، قومیت یا سماجی پس منظر کے اختلافات سے قطع نظر، ہم بحیثیت انسان متحد ہیں اور اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر اور اپنی قوموں کے اندر دوسروں کے لیے مخلصانہ محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کریں۔ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ ہم سب امن اور انصاف کے فروغ کے لیے مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں اور اپنے بچوں اور آنے والی نسلوں کے بہتر مستقبل کے معمار بنیں۔

یہ میری نہایت مخلصانہ اور دلی دعا ہے کہ دنیا کے راہنما عقل کے ناخن لیں اور اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے اور تمام مظالم اور ناانصافیاں، خواہ وہ یوکرائن، یمن، افریقہ یا دنیا کے کسی اور حصے میں ہو رہی ہیں، جلد ختم ہو جائیں۔

آیئے ہم سب اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر متحد ہو جائیں اور دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن کی ترقی کیلئے باہمی احترام، رواداری اور خلوص کے ساتھ کام کریں۔ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو تباہی کے دہانے سے واپس مڑنے اور دنیا میں امن وانصاف کے قیام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 13 مئی 2022ء)

127 واں جلسہ سالانہ قادیان
23، 24 اور 25 دسمبر 2022ء کو منعقد ہوگا

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 127 ویں جلسہ سالانہ قادیان کیلئے مورخہ 23، 24 اور 25 دسمبر 2022ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت ابھی سے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک جلسہ میں شمولیت کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس جلسہ سالانہ کی ہر لحاظ سے کامیابی اور اس کے بابرکت ہونے نیز سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بننے کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ (ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

سالانہ اجتماعات 2022ء

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ذیلی تنظیمات مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماعات کیلئے مورخہ 21، 22، 23 اکتوبر 2022ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کی تاریخوں کی ازراہ شفقت منظوری عنایت فرمائی ہے۔ احباب اس کے مطابق دعاؤں کے ساتھ ان اجتماعات میں شمولیت کی ہر ممکن کوشش کریں۔ (صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
'الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ' کی دیدہ زیب انگوٹھیاں

اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص
Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

بچوں سے دوستی پیدا کریں تا کہ بچے ہر بات آپ کے ساتھ شیئر کریں

جو مغربی معاشرے کی اچھی باتیں ہیں ان کو اختیار کریں اور جو ہمارے اخلاق پہ اثر ڈالنے والی ہیں یا دین کے خلاف ہیں اس سے ان کو بچائیں

جب مذہب کو ختم کرنے کیلئے بندوق اور تلوار کا استعمال ہوگا اس وقت مسلمانوں کو بھی جہاد کی اجازت ہوگی اور احمدیوں کو اس وقت سب سے بڑھ کر ہوگی

اگر عورت آپ کے بچے کی صحیح تربیت کرتی ہے، آپ کے گھر کی حفاظت کرتی ہے تو وہ حقدار ہے کہ آپ اس سے نیک سلوک کریں

آپ کسی پر احمدیہ مسلم جماعت میں داخل ہونے کیلئے زبردستی نہیں کر سکتے، آپ پیغام پہنچائیں، اگر وہ قبول نہ کریں تو ان کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے

آپ کا ملک ڈنمارک چھوٹا سا ملک ہے اب تک ملک کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام پہنچ جانا چاہئے تھا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک کی (آن لائن) ملاقات

مورخہ 14/اگست 2021ء کو ممبران مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے آن لائن ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور انور اس ملاقات کیلئے اپنے دفتر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں رونق افروز ہوئے جبکہ ممبران مجلس خدام الاحمدیہ نے اس آن لائن ملاقات میں مسجد نصرت جہاں کمپلیکس Copenhagen سے شرکت کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ممبران مجلس خدام الاحمدیہ کو حضور انور سے سوالات پوچھنے کا موقع ملا۔

ایک خادم نے حضور انور سے پوچھا کہ ایک ایسے معاشرے میں جو غیر اسلامی ہو، اپنے بچوں کی تربیت کا بہترین طریقہ کیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک تو یہ ہے کہ بچوں سے دوستی پیدا کریں کہ یہاں باہر جا کر جو بھی باتیں وہ سیکھتے ہیں، جو بھی کرتے ہیں، جو بھی باتیں سکول میں ہوتی ہیں۔ کھلی کھلی باتیں ہوتی ہیں سکولوں میں۔ ٹیچر بھی بتاتے ہیں تو اس کی وجہ سے پھر ان سے آپ کو دوستی لگانی پڑے گی تا کہ بچے ہر بات آپ کے ساتھ شیئر کریں۔ جب وہ شیئر کریں گے تو آپ ان کو شرمانے کے بجائے جواب دیں۔ بعض ایسے جواب ہوں گے جو پاکستانی معاشرے میں آپ کو دیتے ہوئے شرم آتی ہوگی۔ ان کو اسلامی نقطہ نظر سے جواب دیں۔ بعض باتیں ایسی ہوں گی جو آپ بچوں کو کہیں گے کہ گو یہ باتیں تمہیں سکول میں بتا دی ہیں لیکن تمہاری عمر ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ان باتوں کو دیکھو، سنو۔ جب تم بڑے ہو گے تمہیں مزید پتہ لگ جائے گا۔ یہ نہیں کہنا تم نے غلط کیا۔ کہنا ٹھیک ہے ٹیچر کہتا ہے لیکن تمہیں ان باتوں کا خود ہی جواب مل جائے گا جب تم تھوڑے سے بڑے ہو گے، اتنی عمر میں پہنچو گے تو تمہیں جواب مل جائیں گے۔ تو بچوں میں ایک تو یہ عادت ڈالیں کہ وہ ہر بات آپ سے شیئر کریں، دوستانہ ماحول ہو۔ دوسرے جو ان کی اچھی باتیں ہیں ان کو اختیار کریں اور جو ایسی باتیں ہیں جو ہمارے اخلاق پہ اثر ڈالنے والی ہیں یا دین کے خلاف ہیں اس سے ان کو بچائیں اور یہ بتائیں، یہ ذہنوں میں ڈال دیں کہ تم احمدی ہو۔ اور احمدیت کیا چیز ہے؟ حقیقی اسلام ہے۔ کیوں ہم احمدی ہیں اور ہمارے کیا مقاصد ہیں، ہم نے کیا کرنا ہے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ کیا دنیاوی حکومتوں کو بعض blasphemy laws رکھنے چاہئیں مثلاً قرآن کریم کو جلانے سے روکنے کے لیے وغیرہ۔

حضور انور نے اس کے جواب میں فرمایا: اس کا سوال نہیں ہے کہ blasphemy law رکھنا ہے کہ نہیں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو مقدس چیزیں ہیں، انبیاء ہیں یا کتاب ہے اس کی عزت قائم کرنی ہے۔ وہ تو کرتا رہے گا۔ لوگوں کے قانونوں سے کچھ نہیں فرق پڑتا لیکن ان لوگوں کو اصل چیز جو بتانے والی ہے وہ یہ نہیں ہے۔ ان کو یہ کہنا ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ہمیں لوگوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے اور ہر طبقے کے جذبات کے خیال کے لیے تم قانون پاس کرتے ہو اور پھر کہتے ہو یہ آزادیٔ اظہار ہے کہ ہر ایک کو اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ جب آزادی ہے تو پھر اس بات کا بھی تم لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ جب کسی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں تو وہاں آزادی کی limit لگاؤ۔ آزادی تمہیں یہ نہیں کہتی کہ تم لوگوں کی جیبوں سے پیسے نکالنے شروع کر دو، جیب کترے بن جاؤ۔ آزادی یہ نہیں کہتی کہ لوگوں کے گھروں کو توڑ کے، break in کر کے اندر جاؤ اور چوری کر کے ڈاکے ڈال کے ان کا مال لوٹ لو۔ یہ آزادی تو نہیں نہ کہلاتی۔ قانون پکڑتا ہے نہ۔ اسی طرح blasphemy law کی سزا دو یا نہ دو لیکن اپنے ملک میں امن قائم کرنے کے لیے کم از کم ہر شہری کو پابند کریں کہ ہم نے ہر ایک کے دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ہے۔ اور جب جذبات کا خیال رکھیں گے تو وہاں خود بخود ایک امن کی فضا قائم ہو جائے گی۔ اور جب امن کی فضا قائم ہو جائے گی، بھائی چارے کی فضا قائم ہو جائے گی تو پھر دوسرے کے جذبات سے کوئی کھیلے گا نہیں۔ اصل چیز یہ ہے جو بتانے والی ہے۔

پھر ایک خادم نے سوال کیا کہ حضور کے خیال میں ایسا وقت آئے گا کہ دجالی طاقتیں احمدی حکومتوں سے جنگ کریں گی اور اگر ایسا ہوگا تو کیا احمدیوں کو بھی قتال کرنا پڑے گا۔

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا بات یہ ہے کہ جب بھی ایسا وقت آئے کہ مذہب کو مٹانے کے لیے کوئی بھی ملک کوئی بھی دنیاوی حکومت طاقت کا استعمال کرے اس وقت احمدیوں کو بھی جہاد کی اور قتال کی اجازت ہے۔

عیسیٰ مسیح کرے گا جنگوں کا التوا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا جنگوں کا التوا۔ التوا کا مطلب ہے آگے لے جانا۔ اس کو کچھ دیر کے لیے روک دینا۔ اس وقت تک روک دینا جب تک وہ حالات پیدا نہ ہوں۔ ابھی وہ حالات نہیں کہ مذہب کو ختم کرنے کے لیے تلوار کا استعمال ہو رہا ہو۔ جب مذہب کو ختم کرنے کے لیے بندوق اور تلوار کا استعمال ہوگا اس وقت مسلمانوں کو بھی جہاد کی اجازت ہے اور احمدیوں کو اس وقت سب سے بڑھ کر ہوگی اگر مذہب کے لیے ہے۔ لیکن فی الحال تو جو جنگیں لڑی جا رہی ہیں وہ جیو پولیٹیکل جنگیں ہیں۔ اور اس میں کیا ہو رہا ہے کہ خود مسلمان غیر مسلموں سے مدد لے رہے ہیں۔ خود مسلمان غیر مسلموں سے ہتھیار خرید رہے ہیں۔ خود مسلمان دوسروں کے ساتھ مل کے مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ تو پھر جہاد کیسا ہوا۔ آجکل کا جہاد کوئی جہاد تھوڑے ہی ہے۔ اور یہ تو جو قلمی جہاد کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے ساتھ یَضَعُ الْحَرْب حدیث میں، بخاری میں بھی آیا کہ جنگوں کا خاتمہ ہوگا۔ وہ اس لیے ہوگا کہ دجالی طاقتیں اور جو بھی مذہبی لیڈر ہے وہ لٹریچر سے اور قلم سے اور میڈیا سے اسلام کے خلاف باتیں کریں گے اور وہی ہمیں کرنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تو نہیں کہا کہ بالکل ہی ختم ہے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ

یہ بات سن کے جو بھی لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اگر جو کافر تمہارے سے مذہب کے لیے نہیں لڑ رہے ان سے اگر تم لڑو گے اپنے دنیاوی گیم کے لیے تو پھر مار ہی کھاؤ گے اور مسلمان مار کھا رہے ہیں۔ بات تو سچ ہو گئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جنگ کی اجازت دی تھی، سورۂ حج میں جس میں پہلی دفعہ ذکر کیا تھا وہ یہی تھی کہ اجازت تمہیں اس لیے دی جاتی ہے کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں، یہ مذہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کے ہاتھوں کو نہ روکا تو نہ کوئی synagogue قائم رہے گا، نہ کوئی چرچ قائم رہے گا، نہ کوئی ٹیمپل قائم رہے گا، نہ مسجد قائم رہے گی۔ ہر مذہب جو ہے اس کی عبادت گاہوں کے نام لے دیے قرآن کریم نے کہ یہ چیزیں قائم نہیں رہیں گی اس لیے تمہیں جنگ کی اجازت ہے۔ ٹھیک ہے! اس لیے جنگ کی اجازت اسلام میں ہے ہی صرف اس وقت جب مذہب کے خلاف جنگ لڑی جائے۔

جغرافیائی gain کرنے کے لیے جنگوں کی اجازت نہیں ہے اور نہ مسلمانوں نے لڑیں۔ مسلمانوں نے تو فتنہ ختم کرنے کے لیے جنگیں لڑیں، فساد ختم کرنے کے لیے جنگیں لڑیں۔ کبھی جغرافیائی gain لینے کے لیے جنگیں نہیں لڑیں اسلام نے، کم از کم خلفائے راشدین نے۔ بادشاہوں نے بعد میں اس لیے جنگیں کیں جو خلفاء کے نام پہ اسلامی بادشاہ تھے لیکن وہ اسلامی تعلیم نہیں تھی۔ اسلامی تعلیم تو خلفائے راشدین تک ختم ہو گئی جس کا مطلب ہے اس کی عملی حیثیت ختم ہو گئی۔ باقی عمل جاری رہا، عبادتیں بھی جاری رہیں، جنگیں بھی جاری رہیں۔ بعض جنگیں جائز بھی لڑیں بادشاہوں نے بعض ناجائز بھی لڑیں۔ تو اس لیے جنگ صرف اس وقت ہے جب فتنہ اور فساد ہو اس کو ختم کرنا ہو اس لیے قرآن شریف میں سورۂ حجرات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر دو ملک جنگ لڑیں تو ان میں امن قائم کرنے کی کوشش کرو۔ جب وہ جنگ سے باز آ جائیں تو پھر ان سے انصاف کرو۔ اگر ایک ملک دوسرے پہ زیادتی کرتا ہے تو جو زیادتی کرنے والا ہے اس کے خلاف کرو۔ ٹھیک ہے! لیکن جب امن قائم ہو جائے پھر اپنے personal gains کے لیے ان پر restrictions کو اور sanctions کو impose نہ کرو جس طرح آجکل کی دنیا میں ہوتا ہے۔ پھر ان کو ان کے حال پہ چھوڑو۔ ان کو کہو ٹھیک ہے اب تم اپنی اپنی قوم کو چلاؤ، اپنے ملکوں کو چلاؤ۔ ترقی کرو۔ سیکنڈ ورلڈ وار کے بعد کیا ہوا؟ فرسٹ ورلڈ وار کے بعد کیا ہوا؟ ملک ٹوٹ

گئے۔ملکوں کی ڈویژن کردی اس لیے کہ کہیں یہ طاقت جمع کر کے دوبارہ نہ اکٹھے ہو جائیں۔ یہ تو انصاف نہیں تھا۔ مڈل ایسٹ میں ملکوں کے ٹکڑے اس لیے کر دیے ان دجالی طاقتوں نے کہ تا کہ نہ ان کی طاقت بنے، نہ یہ اکٹھے ہو کے لڑسکیں اور اس وقت سے پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ وہ خود دجال کے ساتھ ملے ہوئے ہیں ہم نے کیا لڑنا ہے دجالوں سے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ حضور آپ آجکل عورتوں کے حقوق کے بارے میں بھی خطاب فرماتے ہیں۔حضور میرا سوال یہ ہے کہ عورتوں کے کیا فرائض ہیں خاوند اور اس کی فیملی کے آگے اور مرد کے اپنی بیوی پر کیا حقوق ہیں۔

حضور انور نے فرمایا ایک لمبی حدیث تھی جس کا خلاصہ میں نے بیان کیا تھا کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس نے کہا کہ مرد جو ہیں وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، چندہ بھی دیتے ہیں، کمائی بھی کرتے ہیں اور پھر جہاد پہ بھی جاتے ہیں، حج پہ بھی جاتے ہیں اور عورتیں بعض دفعہ ایسے کام نہیں کر سکتیں۔تو ہم جو گھر میں بیٹھ کے فرائض ادا کر رہی ہیں تو کیا ہمیں اس کا اجر اتنا ملے گا جتنا ان لوگوں کو رہا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تم لوگوں کو ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں کئی جگہ یہی لکھا ہے کہ مرد کو بھی اس کے نیک کاموں کا اجر ملے گا عورت کو بھی نیک کام کا اجر ملے گا۔مرد کو بھی یہ چیز ملے گی عورت کو بھی یہ چیز ملے گی۔ جنت میں مرد بھی ہوں گے عورتیں بھی ہوں گی۔ اس عورت نے کہا تھا کہ ہم یہ یہ کام کرتی ہیں کیا ہمیں اس کا اجر ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تم واقعی یہ کرتی ہو، اگر تم بچوں کی صحیح تربیت کر رہی ہو،تم خاوند کے گھر کی حفاظت کر رہی ہو،اس کے پیچھے اپنی عزت کا خیال رکھ رہی ہو اور اس کے پیسے کی حفاظت کر رہی ہو،اس کی دولت کی حفاظت کر رہی ہو اور ہر طرح سے اس کی خدمت کر رہی ہو تو تمہیں یقیناً اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا مردوں کو جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ ذمہ داری تو ڈال دی۔آپ کہاں سے کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا میں نے صرف عورتوں کے حق کی بات کی۔عورت پہ تو اتنی باتیں اسی حدیث میں بیان ہوگئی ہیں جو اس نے گھر کو سنبھالنے کے لیے کرنی ہیں۔اب آپ کے بچے کی تربیت اگر صحیح ہو جائے تو کیا عورت اس بات کی حق دار نہیں ہے کہ آپ اس سے نیک سلوک کریں۔ اگر عورت آپ کے گھر کی حفاظت کر رہی ہے تو کیا عورت اس بات کی حق دار نہیں ہے کہ آپ اس سے نیک سلوک کریں۔ اگر عورت اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کر رہی ہے، اپنے خاوند سے sincere ہے، وفادار ہے اور اس کا پیار کا حق ادا کرنے والی بیوی ہے تو کیا وہ اس بات کی حق دار نہیں ہے کہ آپ اس سے نیک سلوک کریں۔ ہے ناں؟ بس پھر۔ پھر کہاں سے حق آ گیا۔حق تو دونوں کا بیان ہو گیا۔ اسے غور سے سنیں تو اسی حدیث میں دونوں کے حق ادا ہو جاتے ہیں۔تو یہ سارے حق دونوں کو دیے ہوئے ہیں کہ تم یہ یہ کرو تو عورت کو اجر فلاں فلاں چیز کا ہے۔ ہاں مرد کو یہ کہا ہے کہ تم اس سے نیک سلوک کرو۔ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔تو جو نیک سلوک ہے وہ اسی لیے ہے کہ جب عورت تمہارے حق ادا کر رہی ہے تو اس سے نیک سلوک کرو۔

ایک اَور خادم نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں سے کس طرح بات کرتا ہے خاص طور پر اپنے چنیدہ خلفاء سے۔

حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے کئی ذرائع سے بات کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔اگر آپ حقیقۃ الوحی کتاب کو پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کس طرح کرتا ہے۔ بسا اوقات وہ خوابوں کے ذریعہ بعض معاملات میں راہنمائی کرتا ہے اور بعض اوقات کشف کے ذریعہ اور بعض دفعہ کوئی بات دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ معاملہ کسی کے دل میں قرار پکڑ جاتا ہے۔بعض کو براہِ راست وحی کے ذریعہ بعض معاملات پر اطلاع دی جاتی ہے۔اس طرح کئی طریق ہیں اور اللہ جس طریقہ سے چاہتا ہے کسی فردِ واحد سے بات کرتا ہے۔حضور انور نے مزید فرمایا اللہ تعالیٰ کاموں کے نتیجے بھی نکالتا ہے کیونکہ وہی ہے جو راہنمائی بھی کرتا ہے۔ بسا اوقات کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا اور اس کی راہنمائی ہو رہی ہوتی ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کے سامنے ایک راستہ وضع ہو جاتا ہے اور جب وہ اس پر چلتا ہے تو اسے کامیابی نظر آنے لگتی ہے اور پھر وہ سمجھتا ہے کہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا اور مرضی تھی۔اس طرح بات چیت کرنے کے کئی طریق ہیں۔

ایک نو مبائع خادم نے حضور انور سے تبلیغ کے بہترین ذرائع کے حوالہ سے دریافت فرمایا۔

حضور انور نے فرمایا آپ کسی پر احمدیہ مسلم جماعت میں داخل ہونے کے لیے زبردستی نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگرچہ آپ کو اسلام کی تبلیغ کرنی چاہیے پھر بھی آپ کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے اور کسی کو اپنی پیروی کے لیے مجبور نہیں کر سکتے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔یقیناً حق اور باطل ظاہر ہو چکا ہے۔اگرچہ حق اور باطل ظاہر ہو چکے ہیں پھر بھی آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔آپ پیغام پہنچائیں۔ اگر دوسروں کو پسند آجائے اور وہ قبول کرلیں گے تو بہت بہتر ہے۔اگر وہ قبول نہ کریں تو ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

حضور انور نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی مثال بیان فرمائی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔آپ کی والدہ غیر مسلم تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھیں۔حضرت ابو ہریرۃؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی والدہ کے حق میں دعا کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں ان کا دل پھرا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

ایک اَور خادم نے سوال کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ بچے بیماریوں کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں یا معصوم لوگوں کو بعض ذہنی امراض ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے شیزوفرینیا (schizophrenia) وغیرہ۔

حضور انور نے فرمایا کوئی بھی بیماری کسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، خواہ وہ بچے کے پیدا ہونے کے بعد کسی جسمانی وجہ سے ہو، یا پیدائش سے پہلے (کسی وجہ سے)۔ بسا اوقات ایک بیماری کسی کے ماحول یا حالات کی وجہ سے پھیل سکتی ہے۔ اس لیے قانونِ قدرت حرکت میں ہوتا ہے۔اگر آپ کسی ایسے علاقے میں جائیں جو ملیریا سے بھرا ہوا ہو اور پھر آپ کو مچھر کاٹ بھی لیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کو ملیریا ہو جائے گا، سوائے اس کے کہ آپ ملیریا سے بچاؤ کی دوائی استعمال کر رہے ہوں۔ درحقیقت کبھی کبھی اگر کوئی دوا استعمال کر بھی رہا ہو اس کے باوجود اس کو ملیریا ہو سکتا ہے۔اب بچوں کو کیوں ملیریا ہو رہا ہے جبکہ انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا؟

اسی حوالہ سے مزید تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضور انور نے فرمایا اسی طرح بعض دماغی بیماریاں جیسا کہ شیزوفرینیا (schizophrenia) یا ڈپریشن ہے وہ خاص حالات میں پیدا ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحیمیت یہ ہے کہ ایسی کیفیت میں کہ اگر ایسے بیمار کی کچھ خطائیں ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دیتا ہے ......اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہت سی نیکیوں کی جزا ایسی ہے کہ ان کا اجر اگلے جہان میں ملتا ہے۔ جب (اصل اور حقیقی) اجر اگلے جہان میں ملنا ہے تو پھر کیا پتہ جو آج آپ کے نزدیک نہایت بری حالت میں ہے وہ اگلے جہان میں آپ سے اچھے مقام پر ہو اگرچہ آپ نمازیں پڑھنے والے بھی ہوں۔ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت، رحم اور بخشش ہے۔

ایک خادم نے سوال کیا کہ ہم میڈیا میں دیکھتے ہیں کہ میڈیا اٹیک کرتا ہے، ٹارگٹ کرتا ہے مسلمانوں کو، تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیوں مسلمانوں کو ٹارگٹ کرتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا بات یہ ہے کہ اسلام کی جو حقیقی تصویر ہے وہ دنیا کو نہیں پتہ۔دنیا نے یہ دیکھا کہ مسلمان Syria میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے۔دنیا نے یہ دیکھا یمن میں ظلم ہو رہا ہے۔دنیا نے یہ دیکھا طالبان ظلم کر رہے ہیں۔دنیا نے یہ دیکھا کہ القاعدہ ظلم کر رہے ہیں بلا وجہ۔اس لیے دنیا ٹارگٹ کرتی ہے۔ان کو اگر صحیح اسلام کی تصویر بتائی جائے، میں کہیں بھی جاتا ہوں دنیا میں لوگوں کو بتاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں یہ اسلام جو تم بتا رہے ہو یہ ایسا اسلام ہے کہ ہر ایک اس کو قبول کرنے کو اور اس کے حق میں بولنے کو تیار ہے۔ اب آخر اس زمانے میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت کے افراد کا ہی کام ہے نہ کہ دنیا کو بتائیں کہ اصل اسلام کی تصویر کیا ہے اور حقیقت کیا ہے۔تو یہ آپ لوگوں کا کام ہے۔تو اس زمانے میں یہ ہمارا کام ہے کہ دنیا کو بتائیں اور جہاں تک ہمارے سے ہو سکتا ہے ہم بتاتے ہیں۔آپ لوگ اپنے اپنے ملک میں بتائیں۔ peace کے لیے لٹریچر تقسیم کریں، پمفلٹ تقسیم کریں۔آپ کا اتنا چھوٹا سا ملک ہے ڈنمارک اس وقت تک تو ملک کے ہر شخص تک اسلام کا امن کا پیغام پہنچ جانا چاہیے تھا۔

حضور انور نے ڈنمارک کو ایک مثالی مجلس بنانے کے حوالہ سے فرمایا یہ (ڈنمارک) تو ایک آئیڈیل مجلس بن سکتی ہے۔ ربوہ میں ہمارے محلے میں اس سے زیادہ خدام ہوتے ہیں۔تو ڈنمارک کی مجلس خدام الاحمدیہ ایک نمونہ بن جائے۔

اور دوسرا یہ کہ آپ لوگ زیادہ لٹریچر تقسیم کریں۔ٹارگٹ مقرر کریں، پانچ ملین کی آبادی ہے؟ ہاں تو پھر کم از کم ہر سال آپ کی طرف سے ڈھائی لاکھ کے قریب لٹریچر تو تقسیم ہونا چاہیے۔ اگر آپ لوگ اڑھائی لاکھ کریں، انصار اللہ اڑھائی لاکھ کرے، لجنہ کرے دو اڑھائی لاکھ تو تقریباً پونا ملین ہو گیا۔ چھ سال میں آپ سارے ڈنمارک کو بتا سکتے ہیں۔ابھی تو آپ کے پانچ فیصد لوگوں کو بھی نہیں پتہ کہ احمدیت کیا چیز ہے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 31/اگست 2022ء)

......☆......☆......☆......

CHANDIGARH DIAGNOSTIC LABORATORY
Thane wala Chowk, Thikriwal Rd (Darul Salam Kothi Rd)
(Near Canara and Punjab & Sind Bank Qadian)

ہمارے یہاں ہر طرح کے جسمانی ٹیسٹ خون، پیشاب، بلغم، بایوپسی، وغیرہ کمپیوٹرائزڈ دستیاب ہیں
ہمارے ساتھی: SRL-Super Ranbaxy Lab,Thyrocare Mumbai

چوہدری محمد خضر باجوہ صاحب درویش قادیان — لقمان احمد باجوہ صاحب
پروپرائٹر: عمران احمد باجوہ، رضوان احمد باجوہ — فون نمبر: +91-85579-01648, +91-96465-61639

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for
royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

ٹیٹو بنوانا جائز نہیں ہے، احادیث میں اسکی ممانعت آئی ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حسن کے حصول کی خاطر جسموں کو گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر لعنت کی ہے جو خدا کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں

ٹیٹو کے کئی ظاہری اور میڈیکل نقصانات بھی ہیں، جسم کے جن حصوں پر ٹیٹو بنوایا جاتا ہے اس جگہ جلد کے نیچے
پسینہ لانے والے گلینڈ بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور ٹیٹو بنوانے کے بعد جسم کے ان حصوں پر پسینہ آنا کم ہو جاتا ہے، جو طبی لحاظ سے نقصان دہ ہے

اگر کسی شخص نے احمدی ہونے سے پہلے اپنے جسم پر ٹیٹو بنوایا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے
اسلام کی سچی راہ دکھاتے ہوئے احمدیت قبول کرنے کی توفیق بخشی ہے تو اس کا یہ فعل اِلَّا مَا قَدْ سَلَف کے زمرہ میں آئے گا

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 35)

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ حدیث رسول ﷺ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ کے بارہ میں بعض غیر احمدی علماء بحث کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا قول نہیں اور اس کا حوالہ مانگتے ہیں۔ میں نے حوالہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے نہیں ملا۔ ہمیں ان غیر احمدی علماء کو اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 14/اپریل 2021ء میں اس سوال کے بارہ میں درج ذیل ارشاد فرمایا:

جواب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ مختلف کتب میں روایت ہوئی ہے۔ مثلاً علامہ ملا علی قاری نے اپنی تصنیف الموضوعات الکبریٰ میں، حافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی نے اپنی کتاب المقاصدُ الحسنة فی بیانِ کثیرٍ مِنَ الاحادیثِ المُشتھرةِ عَلَی الْاَلْسِنَةِ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تالیف الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتھرة میں اسے درج کیا ہے۔

حضور ﷺ کی اس حدیث کے بارہ میں بعض علمائے سلف نے فضول بحثیں کر کے اور عجیب و غریب دلائل دے کر اسکے قول رسول ﷺ ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے بعض سلف کا کلام قرار دیا ہے۔ جبکہ علماء کی یہ تمام بحثیں اور دلائل دوسری احادیث کی روشنی میں اور قرآن کریم میں بیان تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے قابل ردّ ٹھہرتی ہیں۔ لہٰذا علماء کی ان دلیلوں کی بنا پر اس حدیث کے حضور ﷺ کا قول ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علماء کی دلیل یہ ہے کہ وطن کی محبت اور ایمان کے درمیان کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وطن سے محبت تو کفار اور منافقین بھی کرتے تھے، حالانکہ ان کا ایمان سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں تھا۔ پھر وطن کی محبت کو ایمان کا حصہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

علمائے سلف کی یہ دلیل اس لیے قابل قبول نہیں کہ احادیث کی مستند کتب میں مروی حضور ﷺ کی کئی ایسی حدیثیں ہیں جن کا مضمون اس مذکورہ بالا حدیث کے مضمون کی طرح مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کفار اور منافقین پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی یہ حدیث کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (صحیح بخاری، کتاب الایمان) یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کیلئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ (بخاری، کتاب الایمان) یعنی حضور ﷺ ایک انصاری صحابی کے پاس سے گذرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارہ میں نصیحت کر رہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے (حیا کے بارہ میں نصیحت کرنا) چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند کرنا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے یا حیا کی صفت کو اپنانا صرف مومنوں کیلئے ہے اور کفار اور منافقین ایسا نہیں کر سکتے؟ یعنی اگر کوئی کافر یا منافق اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے یا کوئی کافر یا منافق حیا کرنے والا ہو تو کیا اس بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کیونکہ ان باتوں میں کافر اور منافق بھی شامل ہو سکتے ہیں، اس لیے یہ احادیث نعوذ باللہ حضور ﷺ کے اقوال نہیں ہو سکتے۔

پھر قرآن وحدیث میں عہدوں کو پورا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور اسے ایک اچھی صفت گردانا گیا ہے۔ اب اگر کوئی کافر یا منافق بھی اپنے عہد کو پورا کر دے تو کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ عہدوں کو پورا کرنے کی تاکید قرآنی حکم نہیں ہے یا حضور ﷺ کا قول نہیں ہے کیونکہ کفار اور منافقین بھی اس پر عمل کر رہے ہیں۔

پس علمائے سلف کے ان دلائل کی بنا پر ہم ہرگز یہ ماننے کو تیار نہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ کے نہایت پر حکمت الفاظ پر مبنی حدیث حضور ﷺ کا قول نہیں۔ یہ یقیناً حضور ﷺ کے دہن مبارک سے ہی بیان ہونے والے الفاظ ہیں جنہیں مذکورہ بالا کتب نے بیان کیا اور ان کتب کے مکمل حوالہ جات آپ کے ازدیاد علم کیلئے میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

(1) المقاصدُ الحسنة فی بیانِ کثیرٍ مِنَ الاحادیثِ المُشتھرةِ عَلَی الْاَلْسِنَةِ، تالیف الامام الحافظ الناقد المورخ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی المتوفیٰ 902 ہجری، کتاب الایمان
(2) الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتھرة، تالیف علامہ جلال الدین سیوطی، حرف الحاء (جزء 1، صفحہ 9)
(3) الموضوعات الکبیر تالیف ملّا علی القاری صفحہ 193 تا 197 ناشر قرآن محل، اردو بازار، کراچی

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ کیا مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ قوم لوط کے دو شہروں سدوم اور عمورہ کے لوگوں کو ان کے گناہوں زنا اور ہم جنس پرستی وغیرہ کی پاداش میں جلا دیا گیا تھا اور کیا یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 26 اپریل 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل ارشادات فرمائے:

جواب قرآن نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ حضرت لوطؑ کی قوم کو جلایا گیا تھا بلکہ یہ بائبل کا بیان ہے۔ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے کہ ’’تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمورہ پر آسمان سے جلتی ہوئی گندھک برسائی۔ اس طرح اس نے ان شہروں کو اور سارے میدان کو، ان شہروں کے باشندوں اور زمین کی ساری نباتات سمیت غارت کر دیا۔ لیکن لوط کی بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور وہ نمک کا ستون بن گئی۔‘‘
(پیدائش، باب 19، آیت 24 تا 27)

اسی طرح لکھا ہے کہ ’’اور یہ بھی دیکھیں گے کہ سارا ملک گویا گندھک اور نمک بنا پڑا ہے اور ایسا جل گیا ہے کہ اِس میں نہ تو کچھ بویا جاتا نہ پیدا ہوتا اور نہ کسی قسم کی گھاس اُگتی ہے اور وہ سدُوم اور عمورہ اور اَدمہ اور ضبوئیم کی طرح اُجڑ گیا جن کو خُداوند نے اپنے غضب اور قہر میں تباہ کر ڈالا۔‘‘
(استثناء، باب 29، آیت 23)

گویا بائبل کے بیان کے مطابق ان لوگوں کو جلایا اور گندھک اور نمک بنا دیا گیا تھا۔ جبکہ اس کے مقابلہ پر قرآن کریم کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے جرائم جن میں انبیاء کو مختلف طریقوں سے تنگ کرنا، انہیں بُرا بھلا کہنا، ان کا انکار کرنا، انہیں ان کے وطنوں سے نکال دینے کی دھمکی دینا، ان کے ساتھیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، راہگیروں کو لوٹنا، ہمسایوں اور مہمانوں کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کرنا، کمزور لوگوں کو تنگ کرنا، بدفعلی اور ہم جنس پرستی میں مبتلا ہونا وغیرہ جیسے گناہ شامل تھے۔ انہیں ان گناہوں کی پاداش میں زلزلہ کے ذریعہ اس طرح تباہ کیا کہ ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر کے ان پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی۔ چنانچہ سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ○ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ○ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ○ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ○ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ○ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ○ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ○ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ○ (سورۃ الحجر: 68 تا 75) یعنی اور اس شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے اس (یعنی لوط) کے پاس آئے (اس خیال سے کہ اب اسے پکڑنے کا موقعہ مل گیا ہے) (جس پر) اس نے (ان سے) کہا (کہ) یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ تم (انہیں ڈرا کر) مجھے رسوا نہ کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہیں ہر ایرے غیرے کو اپنے پاس ٹھہرانے سے روکا نہ تھا۔ اس نے کہا (کہ) اگر تم نے (میرے خلاف) کچھ کرنا (ہی) ہو تو یہ میری بیٹیاں (تم میں موجود ہی) ہیں (جو کافی ضمانت ہیں)۔ (اے ہمارے نبی!) تیری زندگی کی قسم (کہ) یہ (تیرے مخالفین بھی) یقیناً (انہی کی طرح) اپنی بدمستی میں بہک رہے ہیں۔ اس پر اس (موعود) عذاب نے انہیں (یعنی لوط کی قوم کو) دن چڑھتے (ہی) پکڑ لیا۔ جس پر ہم نے اس بستی کی اوپر والی سطح کو اسکی نچلی سطح کر دیا اور ان پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت میں بیان ہونے والے عذاب کی حکمت بیان کرتے ہوئے اور سنگریزوں کی بارش کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لوط کی قوم نے چونکہ اعلیٰ اخلاق چھوڑ کر ادنیٰ

اخلاق اختیار کئے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی ان کے شہر کے اوپر کے حصہ کو نیچے کر دیا اور کہا کہ جاؤ پھر نیچے ہی رہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں پتھر کیونکر گرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شدید زلزلہ سے بعض دفعہ زمین کا ٹکڑا اوپر اٹھ کر پھر نیچے گرتا ہے۔ ایسا ہی اس وقت ہوا۔ زمین جو پتھریلی تھی۔ اوپر اٹھی اور پھر دھنس گئی اور اس طرح وہ پتھروں کے نیچے آ گئے۔ یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ان کے گھروں کی دیواریں ان پر آ پڑیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ لوگ پتھروں سے مکان بنایا کرتے تھے۔ سجیل کہتے بھی اس پتھر کو ہیں جو گارہ سے ملا ہوا ہو۔ پس یہ ایسی دیواروں پر خوب چسپاں ہوتا ہے جن میں پتھر گارہ سے لگائے گئے ہوں۔

(تفسیر کبیر، جلد چہارم، صفحہ 99)

ایک اور جگہ پتھروں کی بارش کی وضاحت کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں:

یہ بارش دراصل پتھروں کی تھی جو ایک خطرناک زلزلہ کے نتیجہ میں ہوئی۔ یعنی زمین کا تختہ الٹ گیا اور مٹی سینکڑوں فٹ اوپر جا کر پھر نیچے گری اور اس طرح گویا مٹی اور پتھروں کی ان پر بارش ہوئی۔

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 408)

پھر سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ○ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ○ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ○ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ○ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ○ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ○ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ○ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ○ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ○ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ○ (سورۃ الشعراء: 161 تا 174) یعنی لوط کی قوم نے بھی رسولوں کا انکار کیا۔ جبکہ ان کے بھائی لوط نے کہا کہ کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ میں تمہاری طرف ایک امانت دار پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس (کام) کے بدلہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمام مخلوقات میں سے تم نے نروں کو اپنے لئے چنا ہے۔ اور تم ان کو چھوڑتے ہو جن کو تمہارے رب نے تمہاری بیویوں کی حیثیت سے پیدا کیا ہے (صرف یہی نہیں کہ تم ایسا فعل کرتے ہو) بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم (انسانی فطرت کے) تقاضوں کو ہر طرح توڑنے والی قوم ہو۔ انہوں نے کہا، اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو تو ملک بدر کئے جانے والوں میں شامل ہو جائے گا۔ (لوط نے) کہا (بہر حال) میں تمہارے عمل کو نفرت سے دیکھتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے اہل کو ان کے اعمال سے نجات دے۔ پس ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو سب ہی کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں شامل ہو گئی۔ پھر (لوط کو نجات دینے کے بعد) سب دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی۔ اور جن کو (خدا کی طرف سے) ہوشیار کر دیا جاتا ہے (لیکن پھر بھی باز نہیں آتے) ان پر برسائی جانے والی بارش بہت بری ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں سورۃ الاعراف، سورۃ التوبہ، سورۃ ھود، سورۃ النمل، سورۃ العنکبوت، سورۃ ق اور سورۃ القمر میں بھی اس قوم کے گناہوں اور ان پر نازل ہونے والے خدائی عذاب کا ذکر آیا ہے۔

پس ان تمام قرآنی آیات کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم کو ان کے گناہوں کی پاداش میں زلزلہ اور مٹی و پتھروں کی طوفانی بارش کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ آگ سے نہیں جلایا گیا تھا۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ جسم کے جس حصہ پر ٹیٹو بنوائے گئے ہوں، اس حصہ پر پانی جلد تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے ٹیٹو بنوانے والے شخص کے وضوء اور غسل جنابت کی تکمیل کے بارہ راہنمائی کی درخواست ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 16 مئی 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل اصولی ہدایات فرمائیں:

جواب پہلی بات یہ ہے کہ ٹیٹو بنانا اور بنوانا تو ویسے ہی جائز نہیں ہے۔ احادیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے حصول کی خاطر جسموں کو گودنے والیوں اور گدھوانے والیوں پر لعنت کی ہے جو خدا کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا میں اور خاص طور پر جزیرۂ عرب میں قسم قسم کے شرک کا زہر ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور مختلف قسم کی بے راہ رویوں نے انسانیت کو اپنے پنجہ میں جکڑا ہوا تھا اور عورتیں اور مرد مختلف قسم کی مشرکانہ رسومات اور معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھے۔ جس میں مشرکانہ طور پر برکت کے حصول کیلئے جسم، چہرہ اور بازو وغیرہ پر کسی دیوی، بت یا جانور کی شکلیں گندھوائی جاتی تھیں۔ یا معاشرتی بے راہ روی اور فحاشی کو فروغ دینے کی خاطر حسن کے حصول کیلئے ایسا کیا جاتا تھا۔

جائز حدود میں رہتے ہوئے انسان کا اپنی خوبصورتی کیلئے کوئی جائز طریق اختیار کرنا منع نہیں۔ لیکن جس حسن کے حصول پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کا انذار فرمایا ہے، اس کا یقیناً کچھ اور مطلب ہے۔ اس لیے ان چیزوں کی ممانعت میں بظاہر یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ان کے نتیجہ میں اگر شرک جو سب سے بڑا گناہ ہے اسکی طرف میلان پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا ان امور کو اس لیے اپنایا جائے کہ اپنی مخالف جنس کا ناجائز طور پر اپنی طرف میلان پیدا کیا جائے تو یہ سب افعال ناجائز اور قابل مواخذہ قرار پائیں گے۔

جہاں تک ٹیٹو بنوانے کا تعلق ہے تو مرد ہو یا عورت اس کے پیچھے صرف یہی ایک مقصد ہوتا ہے کہ اسکی نمائش ہو اور اپنی مخالف جنس کا ناجائز طور پر اپنی طرف میلان پیدا کیا جائے۔ اسی لیے لوگ عموماً ٹیٹو جسم کے ایسے حصوں پر بنواتے ہیں جنہیں وہ عام لوگوں میں کھلا رکھ کر اسکی نمائش کر سکیں۔ لیکن اگر کوئی ٹیٹو جسم کے ستر والے حصہ پر بنواتا ہے تو اوّل تو اس کے بنواتے وقت وہ بے پردگی جیسی بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے جو خلاف تعلیم اسلام ہے۔ نیز اس کے پیچھے بھی یہی سوچ ہوتی ہے کہ تا بُرائی اور افعال بد کے ارتکاب کے وقت اپنی مخالف جنس کے سامنے ان پوشیدہ اعضاء پر بنے ٹیٹو کی نمائش کی جا سکے۔ یہ تمام طریق ہی اسلامی تعلیمات کے منافی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

علاوہ ازیں ٹیٹو کے کئی ظاہری اور میڈیکل نقصانات بھی ہیں۔ چنانچہ جسم کے جن حصوں پر ٹیٹو بنوایا جاتا ہے، اس جگہ جلد کے نیچے پسینہ لانے والے گلینڈ بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور ٹیٹو بنوانے کے بعد جسم کے ان حصوں پر پسینہ آنا کم ہو جاتا ہے، جو طبی لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ٹیٹو چونکہ مستقل طور پر جسم کا حصہ بن جاتا ہے، اس لیے جسم کے بڑھنے یا سکڑنے کے ساتھ ٹیٹو کی شکل میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے، جس سے ٹیٹو بظاہر خوبصورت لگنے کی بجائے بدصورت لگنے لگتا ہے اور کئی لوگ پھر اسے وبال جان سمجھنے لگتے ہیں لیکن اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر بھی ٹیٹو بنوانا ایک لغو کام ہے۔

پس ایک مومن مرد اور عورت کیلئے اپنے جسم پر ٹیٹو بنوانا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی شخص نے احمدی ہونے سے پہلے اپنے جسم پر ٹیٹو بنوایا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کی سچی راہ دکھاتے ہوئے احمدیت قبول کرنے کی توفیق بخشی ہے تو اس کا یہ فعل اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (یعنی سوائے اسکے جو پہلے گزر چکا) کے زمرہ میں آئے گا۔ نیز پہلے سے بنے ہوئے ٹیٹو سے اسکے وضو اور غسل جنابت کی تکمیل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس طرح خواتین کے نیل پالش لگانے سے ان کے وضو پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور نیل پالش لگے ہونے کے باوجود ان کا وضو ہو جاتا ہے اسی طرح اس شخص کا بھی ٹیٹو کے ساتھ وضو اور غسل جنابت ہو جائے گا۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن) (بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 3 / جون 2022)

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست احباب کو بھی اسکے پڑھنے کی ترغیب دیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخبار بدر کے خصوصی شمارہ دسمبر 2014 کے لئے اپنا پیغام ارسال کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ بات بدر کے ادارہ اور قارئین کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یہ اخبار احباب جماعت کی روحانی اصلاح اور ترقی کیلئے جاری کیا گیا تھا اور ہمارے بزرگوں نے باوجود نامساعد حالات کے پوری جانفشانی سے اسے ہمیشہ جاری رکھنے کی سعی کی اور ان کی دعاؤں اور پاک کوششوں کی برکت سے ہی آج تک یہ جاری ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ احمدی اسے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہندوستان کے احمدیوں کو بالخصوص اور باقی دُنیا میں بسنے والے احمدیوں کو بالعموم اس کے مطالعہ کی اور اس سے وابستہ برکتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

سیّدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس نہایت اہم اور بصیرت افروز ارشاد کے پیش نظر احباب جماعت احمدیہ کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ ہر گھر میں اخبار بدر کے مطالعہ کو یقینی بنایا جانا بہت ضروری ہے۔ اخبار بدر میں قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کے علاوہ حضور انور کے خطبات جمعہ، خطابات، نیز حضور انور کے مختلف ممالک کے بابرکت دوروں کی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز رپورٹیں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں جس کا مطالعہ ہر احمدی کیلئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت سے اب یہ اخبار اردو کے علاوہ ہندی، بنگلہ، تامل، تیلگو، ملیالم، اُڑیہ، کنڑ زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ جن احمدی دوستوں نے اب تک اخبار بدر اپنے نام جاری نہیں کروایا ہے، ان سے درخواست ہے کہ اخبار بدر اپنے نام جاری کروا کر خود بھی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور گھر کے دیگر افراد کو بھی اس کے مطالعہ کا موقع فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیّدنا حضرت امیر المومنین کے ارشادات پر من و عن ان کی حقیقی روح کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اخبار بدر کے وقت پر نہ پہنچنے نیز چندہ جات کی ادائیگی یا کسی بھی طرح کی معلومات کیلئے دفتر مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر سے رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ (مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر قادیان)

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14/اپریل 2022ء بروز جمعرات 12 بجے دوپہر اسلام آباد(ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

(1) مکرم عبدالقیوم کھوکھر صاحب (واٹفورڈ، یو.کے)

11/اپریل 2022ء کو 82 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 27 سال قبل کوٹلی کشمیر سے یوکے شفٹ ہوئے۔ مرحوم کے والد مکرم الف دین صاحب نے 1930ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ مرحوم کے چچا منشی علم دین صاحب کو 1979ء میں کوٹلی میں شہید کردیا گیا تھا۔ آپ نے عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزاری اور ہمیشہ دوسروں کی مدد کی اور مالی قربانی میں پیش پیش رہتے۔ کشمیر میں ان کے گھر میں کنویں کا پانی نکلنے میں مشکل تھی۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کا خط لکھا تو کھدائی کرنے پر پانی نکل آیا جس سے علاقہ کے بہت سے افراد اب بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آپ بہت فخر سے کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا سے یہ پانی نکلا ہے۔ آپ کو لوکل جماعت میں ایک عرصہ تک بطور سیکرٹری رشتہ ناطہ خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم بڑی باقاعدگی سے نماز جمعہ کیلئے واٹفورڈ سے صبح کی ٹرین پر لندن مسجد فضل یا بیت الفتوح میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرمہ خاور منصور ملہن صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ منصور احمد ملہن صاحب (نیو مالڈن، یو.کے)

8/اپریل 2022ء کو 75 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب (سابق امیر جماعت لاہور) کی بھانجی اور مکرم ڈاکٹر فہیم یونس صاحب (نائب امیر جماعت امریکہ) کی خالہ تھیں۔ آپ 1975ء میں یوکے آئی تھیں۔ اپنی جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمت کرنیکی توفیق پائی۔ مرحومہ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، دیندار، بہت ملنسار، غرباء کا خیال رکھنے والی اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والی ایک نیک بزرگ خاتون تھیں۔ مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے ایک بیٹی اور 2 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم محمد سلیم قمر صاحب ابن مکرم چودھری عبدالعزیز صاحب (راولپنڈی شہر)

9/فروری 2022ء کو 75 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، سادہ مزاج، ملنسار، مہمان نواز، غریب پرور، ہمدرد اور درویش صفت انسان تھے۔ راولپنڈی میں اپنے حلقہ کے صدر جماعت کے علاوہ آپ نے مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

(2) مکرمہ سیدہ زہرہ جبین صاحبہ
اہلیہ مکرم چودھری عبدالحفیظ صاحب (کینیڈا)

9/مارچ 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ آپ نے بھارت میں لمبا عرصہ بطور صوبائی صدر لجنہ کشمیر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ محکمہ تعلیم حکومت جموں و کشمیر سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے بچوں کے پاس کینیڈا منتقل ہوگئی تھیں۔ آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ سلسلہ کیلئے غیرت رکھنے والی، مہمان نواز اور ایثار کے جذبہ سے سرشار ایک نیک خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(3) مکرم محمد اسحاق منگلا صاحب
ابن مکرم عبدالقدیر منگلا صاحب (سرگودھا)

3/اکتوبر 2021ء کو 56 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے مقامی سطح پر قائد خدام الاحمدیہ کے علاوہ اپنی جماعت کے سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری اصلاح وارشاد کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ دینی اور اخلاقی لحاظ سے بہت اچھے تھے۔

(4) مکرم چودھری بشیر احمد گورایہ صاحب
ابن مکرم چودھری محمد ابراہیم صاحب (اسلام آباد)

5/فروری 2022ء کو 102 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے 1974ء کے فسادات میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مغلپورہ (لاہور) میں سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری اصلاح و ارشاد کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم بہت مہمان نواز، غریب پرور، ہمدرد اور ایک نیک فطرت انسان تھے۔ چندوں میں باقاعدہ اور ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ گھر میں باقاعدگی سے نماز باجماعت کا اہتمام کرتے اور ہر نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس کا بھی اہتمام کیا کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(5) مکرم ملک منیر احمد صاحب
ابن مکرم فضل داد صاحب (دوالمیال، حال ربوہ)

6/فروری 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم ابتدائی تعلیم کے بعد فوج میں بھرتی ہوئے اور 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں حصہ لیا اور حکومت پاکستان کی طرف سے چار فوجی اعزازات حاصل کیے۔ 1977ء میں پرائیویٹ ملازمت کے سلسلہ میں دبئی چلے گئے اور وہاں نمازوں اور چندوں کے نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ 1996ء میں ربوہ آگئے اور اعزازی خدمت کیلئے اپنے آپ کو پیش کردیا جس کے بعد آپ کو وکالت مال اوّل میں کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ نے 18 سال تک دارالفتوح شرقی ربوہ کے صدر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم خلافت کے فدائی اور جماعت کیلئے بہت غیرت رکھنے والے ایک نیک اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(6) مکرمہ ثریا بی بی صاحبہ (ہمبرگ، جرمنی)

28/فروری 2022ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ بہت نیک اور اچھے اخلاق کی مالک تھیں۔ ماہانہ اجلاسات میں باقاعدگی سے شرکت کرتی تھیں۔ چندہ جات کی ادائیگی بڑی پابندی کے ساتھ بروقت کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ کے ایک بیٹے مکرم فضل احمد کھوکھر صاحب جماعت ہمبرگ میں سیکرٹری امور خارجہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(7) مکرم بابر محمود بسرا صاحب ایڈووکیٹ (ربوہ)

آپ کو 12/مارچ 2022ء کو احمد نگر کے قریب قتل کردیا گیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے محلہ ناصر آباد جنوبی میں زعیم خدام الاحمدیہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ اس سال محلہ میں سیکرٹری امور عامہ منتخب ہوئے اور آجکل قضا میں بطور وکیل خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بہت ملنسار، ہنس مکھ اور مربیان اور واقفین زندگی کا خیال رکھنے والے نیک انسان تھے۔ غرباء اور بیوگان کے کام بغیر اجرت لیے کردیا کرتے تھے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 20/اپریل 2022ء بروز بدھ 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرم محمد کریم قریشی صاحب (ساؤتھ آل، یو.کے)

11/اپریل 2022ء کو 92 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابی حضرت حافظ محمد امین صاحبؓ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دو بھائی مکرم عطاء الرحمٰن قریشی صاحب اور مکرم عبدالقادر قریشی صاحب ہجرت کے وقت قادیان رہے اور بطور درویش خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم نیول ہیڈ کوارٹرز اسلام آباد پاکستان میں سول میجر کے رینک سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کو راولپنڈی جماعت میں لمبا عرصہ بطور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم موصی تھے۔ لواحقین میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم امان اللہ صاحب
(ریٹائرڈ معلم سلسلہ، صوبہ بنگال)

25/فروری 2022ء کو 86 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم کو 1964ء میں اپنے خاندان میں سب سے پہلے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1972ء میں قادیان میں معلم کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد صوبہ بنگال اور آسام میں 32 سال خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم ایک محنتی اور نڈر داعی الی اللہ تھے۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ ہندوؤں کو بھی تبلیغ کرتے تھے۔ صوبہ بنگال اور آسام میں ان کے ذریعہ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار خادم سلسلہ تھے۔ قرآن کریم سے بڑی محبت تھی اور گہرا مطالعہ تھا۔ خلافت کے سچے اطاعت گزار تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم سید ظفر اللہ صاحب امیر ضلع و مبلغ انچارج ضلع بردھمان صوبہ بنگال کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(2) مکرم رفیق احمد بٹ صاحب
(تتلے عالی ضلع گوجرانوالہ)

30/مارچ 2022ء کو 83 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے لمبا عرصہ صدر جماعت تتلے عالی کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ 1974ء کے پرآشوب حالات میں خود بھی ثابت قدم رہے اور اولاد کو بھی جماعت کے ساتھ مضبوطی سے چمٹے رہنے کی تاکید کی۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ آپ کو جہاں بھی موقع ملتا حق بات بڑے احسن انداز میں کرتے اور تبلیغ کا یہ شوق اپنی اولاد میں بھی پیدا کیا۔ 2010ء میں آپ اپنے بیٹے کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھر واپس آرہے تھے کہ گھر کے قریب کچھ معاندین نے آپ پر فائرنگ کی جس سے آپ تو اللہ کے فضل سے محفوظ رہے لیکن بیٹے کو کمر اور کندھے پر فائر لگے لیکن فوری طبی امداد مہیا کرنے کی وجہ سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ کے چار نواسے واقف زندگی ہیں۔

(3) مکرم سید طارق وسیم شاہ صاحب (لاہور)

30/جنوری 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم پیشہ کے اعتبار سے ٹھیکیدار تھے اور لاہور میں کئی مساجد کی تعمیر اور بحالی کا کام کروانے کی توفیق پائی۔ دارالضیافت ربوہ کے واٹر سپلائی کے ایک منصوبہ کو بھی اپنی ٹیم کے ہمراہ رضاکارانہ طور پر پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ خلافت سے گہری وابستگی رکھنے والے، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار، ہمدرد، نیک مخلص اور ایک نافع الناس وجود تھے۔ آپ نے صدر جماعت راج گڑھ کے علاوہ نگران ضلعی کمیٹی برائے اسیران راہ مولیٰ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ غریب طلباء، بیوگان اور

ضرورت مندوں کی ہر طرح راہنمائی اور مدد کیا کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(4) مکرم عبد القیوم صاحب
ابن مکرم حشمت علی صاحب (لیہ شہر)

22/ جنوری 2022ء کو 90 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے زعیم انصار اللہ کے علاوہ مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی ۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے ۔ 1974ء کے فسادات میں مخالفین کا بڑی بہادری سے مقابلہ کرنے کا بھی موقع ملا۔ خلافت سے دلی وابستگی کا تعلق تھا اور خلیفۂ وقت کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(5) مکرمہ حشمت بیگم صاحبہ
اہلیہ مکرم محمد اسحاق صاحب (ضلع لیہ)

25/ فروری 2022ء کو 92 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ نے چک نمبر 170 ٹی ڈی اے کی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی ۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں اور چندہ وصول کرنے والے عہدیداروں کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہ بھیجتی تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، خلافت سے انتہائی عقیدت کا تعلق رکھنے والی، ایک بااخلاق اور نیک فطرت خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(6) مکرم محمد زید صاحب ابن مکرم ریاض احمد صاحب
(نواں کوٹ احمدیہ، ضلع حیدرآباد)

11/ جولائی 2020ء کو 25 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے مقامی سطح پر قائد مجلس اور سیکرٹری وصایا نواں کوٹ احمدیہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ دینی اور اخلاقی لحاظ سے بہت اچھے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(7) مکرم اسد شفیق صاحب (کنری، سندھ)

20/ فروری 2022ء کو 30 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جوانی کی عمر سے ہی عبادت گزار، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ایک نیک، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ دینی خدمت کا بہت شوق تھا۔ جہاں بھی رہے کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ ایک بھائی اور تین بہنیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ انکے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انکی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

دعائے مغفرت

● خاکسار کے منجھلے نانا مکرم صادق علی خان صاحب مرحوم کی وفات مورخہ 2022-3-7 کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف جماعت احمدیہ تالبرکوٹ کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ وفات کے وقت موصوف کی عمر 96 سال تھی۔ موصوف جماعت احمدیہ تالبرکوٹ کے فعّال رکن تھے۔ بڑے نیک وصالح تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔ آمین۔ (مقصود علی خان نائب ایڈیٹر اڑیہ بدر)

● خاکسار کی والدہ ماجدہ مکرمہ ایم. ای مبارکہ تقی صاحبہ 70 سال کی عمر میں مورخہ 7 جون 2022ء بروز منگل وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسی طرح خاکسار کی نانی جان جی. ایم. عائشہ صاحبہ اگلے روز مورخہ 8 جون 2022ء کو وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح والدہ صاحبہ اور نانی جان صاحبہ کی ایک کے بعد ایک وفات میرے لئے بہت صدمہ کا باعث ہوا۔ نانی جان صاحبہ نے اپنے پیچھے آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ تمام احباب سے ان کی مغفرت کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (رقیبہ نثار، قادیان)

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہِ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غُلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلک نما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

طالب دعا:
شیخ سلطان احمد
ایسٹ گوداوری
(آندھرا پردیس)

جنگ تبوک کے موقع پر جو شخص سب سے پہلے مال لے کر آیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے

آپؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کیلئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 ؍فروری 2022 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال تاریخ میں فتح مکہ کے حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کون سی خواب کا ذکر ملتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: تاریخ میں فتح مکہ کے حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک خواب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور مَیں نے خواب میں آپؐ کو دیکھا کہ ہم مکہ کے قریب ہو گئے ہیں۔ پس ایک کتیا بھونکتے ہوئے ہماری طرف آئی پھر جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔

سوال کس صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کی کہ مجھے ابوسفیان کے اسلام کے بارے میں خدشہ ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے فرمایا: حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! مجھے ابوسفیان کے اسلام کے بارے میں خدشہ ہے۔

سوال جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے عورتوں کو کیا کرتے دیکھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے مونہوں پر اپنے دوپٹے مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہی تھیں۔

سوال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حسان بن ثابت کے کون سے اشعار پڑھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے حسان بن ثابت کہ یہ اشعار پڑھے۔

عَدِمْتُ بُنَيَّتِيْ اِنْ لَمْ تَرَوْهَا
تُثِيْرُ النَّقْعَ موعدها كَدَاءُ
يُنَازِعْنَ الْاَعِنَّةَ مُسْرِحَاتٍ
يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

سوال کدا کا دوسرا نام کیا ہے اور یہ کہاں واقعہ ہے؟

جواب سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کَدَاء عرفات کا دوسرا نام ہے۔ ایک پہاڑی راستہ ہے جو بیرون مکہ سے اندرون مکہ کو اترتا ہے۔

سوال فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا عرض کیا اور اس پر آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ابوسفیان شرف کو پسند کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔

سوال مکہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بت کو گرانے کا حکم دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ مکہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہُبَل کو گرانے کا حکم دیا۔

سوال غزوہ حُنَین کا دوسرا نام کیا ہے اور یہ غزوہ کب ہوا تھا؟

جواب غزوہ حُنَین کا دوسرا نام غزوۂ ہَوَازِن ہے نیز اس کو غزوۂ اَوْطَاس بھی کہتے ہیں۔ حُنَین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ایک گھاٹی ہے۔ غزوۂ حُنَین شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔

سوال اوطاس کہاں پر واقع ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اَوْطَاس حُنَین کے قریب ایک وادی ہے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین کے موقعہ پر کیا پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ جنگ حنین کے موقعہ پر اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ کے الفاظ پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

سوال جِعْرَانَہ کسے کہتے ہیں اور یہ کہاں پر واقعہ ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جِعْرَانَہ مکہ اور طائف کے راستہ پر مکہ کے قریب ایک کنواں کا نام ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ ستائیس کلومیٹر تھا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کتنے روز محاصرہ کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں دس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ بعض کہتے ہیں آپؐ نے بیس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس دن محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیس کے قریب راتیں اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے چالیس راتوں تک ان کا محاصرہ کیا۔

سوال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں ثقیف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے کس خواب کا ذکر کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں ثقیف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اے ابوبکر! مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے مکھن سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا گیا مگر ایک مرغ نے ٹھونگا مارا تو اس پیالے میں جو کچھ تھا سب بہ گیا۔

سوال غزوہ تبوک کب ہوا اور تبوک کہاں پر واقع ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ غزوہ تبوک رجب 9 ہجری میں ہوا۔ اسکے بارے میں بیان ہے کہ تبوک مدینہ سے شام کی اس شاہراہ پر واقع ہے جو تجارتی قافلوں کی عام گزرگاہ تھی اور یہ وادی القریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر ہے اسے اصحاب الایکہ کا شہر بھی کہا گیا ہے۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں بڑا جھنڈا کس کو عطا فرمایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

سوال غزوہ تبوک کے موقع حضرت ابوبکرؓ کی عظیم الشان مالی قربانی کے متعلق پر حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ ﷺ نے مکہ اور دیگر قبائل عرب کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ بھی آپؐ کے ساتھ چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور سواری مہیا کرنے کی تحریک فرمائی۔ یعنی آپ ﷺ نے اس بات کا انہیں تاکیدی حکم دیا اور یہ آپؐ کا آخری غزوہ تھا۔ اس موقع پر جو شخص سب سے پہلے مال لے کر آیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کیلئے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔

سوال کب تک تمہاری نیکیاں نیکیاں کہلانے کے لائق نہیں ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ جب تک مال جو تمہیں پیارا ہے اس کو خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تمہاری نیکی نیکیاں نہیں ہیں۔

سوال جب حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَینؓ کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتارا تو آپ ﷺ نے ان کیلئے کون سی دعا پڑھی؟

جواب آنحضرت ﷺ نے ان کیلئے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَمْسَيْتُ رَاضِيًا عَنْهُ فَارْضَ عَنْهُ کہ اے اللہ! میں نے اس حال میں شام کی ہے کہ میں اس سے راضی تھا۔ پس تُو بھی اس سے راضی ہوجا۔

سوال حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَین رضی اللہ عنہ کا تعلق کس قبیلہ سے تھا؟

جواب حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَین رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنومُزَینَہ سے تھا۔

سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا کیا نام تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام عَضْبَاء تھا۔

......☆......☆......☆......

اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت ﷺ تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کی اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا یعنی کوشش ہوگی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا اور ہوا و ہوس سے بھی باز رہوں گا تو قناعت اور شکر پر زور دیں۔ یہ شرط ہر احمدی کیلئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مدنظر رکھنا چاہیے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ؍نومبر 2005ء)

(شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح وارشاد قادیان)

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
lordsshoe.co@gmail.com
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ ہے کہ
آپ کے پیغام نے دنیا میں پھیلنا ہے اور ضرور پھیلنا ہے انشاء اللہ، اور کوئی طاقت اس کو پھیلنے سے نہیں روک سکتی
یورپ کے ہر ملک میں اور ہر شہر میں ہمیں مسجد بنانے کی کوشش کرنی چاہئے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 28 جنوری 2005 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتنے ممالک میں جماعت قائم ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 178 ممالک میں جماعت قائم ہے

سوال اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا وعدہ ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے کہ آپ کے پیغام نے دنیا میں پھیلنا ہے اور ضرور پھیلنا ہے انشاء اللہ اور کوئی طاقت اس کو پھیلنے سے نہیں روک سکتی۔

سوال مغربی نام نہاد امن کے علمبردار امن کے نام پر کیا کر رہے ہیں؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مغربی نام نہاد امن کے علمبردار، امن کے نام پر ملکوں کی شہری آبادیوں کو تہس نہس کر رہے ہیں، تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ اپنے پیسے سے غریب لوگوں کی مدد کریں، ان کی بھوک مٹائیں، اس کی بجائے اس پیسے سے تباہی پھیلا رہے ہیں۔

سوال خدا تعالیٰ انسان کی اصلاح کیلئے کیا کرتا ہے؟

جواب خدا تعالیٰ انسان کی اصلاح کیلئے ہر زمانے میں اپنے کسی خاص بندے کو مبعوث فرماتا ہے۔

سوال فرانس کے میئر نے جماعتی مسجدوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جواب فرانس کے میئر نے خود آ کے مسجد کو سیل (Seal) کر دیا تھا اور نہ صرف مسجد کو سیل (Seal) کر دیا تھا بلکہ جوتوں سمیت مسجد کے اندر چلے گئے تھے اور پھر وہاں کے لوگوں کو بھی سخت برا بھلا کہا، جماعت کو بھی سخت برا بھلا کہا۔

سوال حضور انور نے خدا تعالیٰ کی مدد اور رعب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کون سا الہام بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے خدا تعالیٰ کی مدد اور رعب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ والا الہام بیان فرمایا۔

سوال فرانس میں کون کون سے چھوٹے ملکوں میں بھی احمدی ہو رہے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: فرانس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراکو، الجزائر اور بعض دوسرے چھوٹے ملکوں کے لوگ بھی احمدی ہو رہے ہیں۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ سپین کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کی مسجدوں کے بارے میں کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جہاں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کیلئے ایک شہر میں کئی سو مساجد تھیں، جہاں سے پانچ وقت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آوازیں گونجتی تھیں اور اب یہ مساجد یا تو گرادی گئی ہیں اور جو زیادہ بڑی تھیں، اچھی تھیں، ان کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

سوال غرناطہ میں الحمراء کے محل میں عربی میں کیا لکھا ہوا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غرناطہ میں الحمراء کے محل میں قرآنی آیات اَلْقُدْرَۃُ لِلّٰہِ، اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

سوال حضور انور نے پاکستانی مولویوں کو کیا کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اے پاکستانی مولویو! کچھ تو ہوش کرو، کچھ تو خدا کا خوف کرو، اللہ سے ڈرو اور ان حرکتوں سے باز آ ؤ کہیں یہ کلمہ تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے تمہیں ہی نہ مٹا دے۔ اللہ بھی اپنی سنت کے مطابق ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ وقت اب قریب ہو، اگر اب بھی تم نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو یقیناً مٹ جاؤ گے۔ پس اللہ سے رحم مانگو، اللہ سے رحم مانگو اور اپنی اصلاح کرلو۔

سوال حضور انور نے یورپ کے ہر ملک میں مسجدیں بنانے کے بارے میں احباب کو کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یورپ کے ہر ملک میں اور ہر شہر میں ہمیں مسجد بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام تو ہونے ہیں۔ دعا یہ کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دے اور ہم ان ترقیات کو پورا ہوتا ہوا دیکھیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقی نیکی کرنے والوں کی خصلت کیا بیان فرمائی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حقیقی نیکی کرنے والوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کیلئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں

سوال اگر جمعہ اور عید دونوں اکٹھی آجائیں تو ان کی ادائیگی کی کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو عیدیں یعنی جمعہ اور عید اکٹھی آ گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید پڑھائی پھر فرمایا جو نماز جمعہ کیلئے آنا چاہے وہ بے شک جمعہ کیلئے آ جائے اور جو نماز جمعہ کیلئے نہیں آنا چاہتا وہ نہ آئے۔ ☆☆☆

نعت خیر البشر ﷺ

کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

السلام ! اے ہادی راہ ہدیٰ جان جہاں
والصلوٰۃ ! اے خیر مطلق اے شہ کون ومکاں
تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ ''مقصود حیات''
تجھ کو پاکر ہم نے پایا ''کام دل'' آرام جاں
آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہِ وصل حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یار بے نشاں
ہے کشادہ آپؐ کا باب سخا سب کے لئے
زیر احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد و زن پیر و جواں
تشنہ روحیں ہو گئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفانِ خُداوندی کے بحر بیکراں
ایک ہی زینہ ہے اب بامِ مُراد وصل کا
بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دِلستاں
تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دِکھایا یار کا
جسم خاکی کو عطا کی روح اے جان جہاں
تا قیامت جو رہے تازہ تری تعلیم ہے
تو ہے روحانی مریضوں کا طبیبِ جاوداں
ہے یہی ماہِ مبیں جس پر زوال آتا نہیں
ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں
''کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں''
خوب فرمایا یہ نکتہ مہدی آخر زماں
یہ دُعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو
میرا سر ہو اور تیرا پاک سنگ آستاں

Our Moto Your Satisfaction

MUBARAK TAILORS
کوٹ پینٹ، شیروانی، شلوار قمیض اور vase coat کی سلائی کیلئے تشریف لائیں
Prop. : Hifazat, Sadaqat (Delhi Bazar, Shop No.37) Qadian
Contact Number : 9653456033, 9915825848, 8439659229

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز ۔ کشمیر جیولرز
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

چکر کھا کر آنحضرت ﷺ کے کمالات روحانی کی مثال خود آنحضرت ﷺ کی طرف ہی لوٹ آئی اور کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ کے الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ کی برتری اور فوقیت کا کوئی سوال نہ رہا کیونکہ جیسا کہ میں نے اوپر تشریح کی ہے، دراصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکتوں کی دعا خود آپ کی اپنی ہی مثال دے کر مانگی گئی ہے اور حضرت ابراہیمؑ کا نام صرف اس مثال کی تشریح کے لئے لایا گیا ہے۔ اب دیکھو کہ یہ کیسا مبارک چکر ہے جو درود میں قائم کیا گیا ہے گویا درود کی دعا کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ خدایا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل برکات آپ کی ذات تک ہی محدود ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ ان کا سلسلہ قیامت تک وسیع ہوتا چلا جائے اور آپ کے روحانی اظلال دُنیا میں ظاہر ہو ہو کر ہمیشہ آپؐ کا نور اور روشنی پھیلاتے رہیں۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ درود کی دعا پوری ہوئی یا نہیں اور اگر پوری ہوئی تو کس رنگ میں پوری ہوئی۔ سو اس کا سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ دعا اپنی مکمل شان میں پوری ہوئی بلکہ خود آنحضرت ﷺ کو بھی خدا کی طرف سے اس بات کا علم دیا گیا تھا کہ ہماری سکھائی ہوئی درود کی دعا اس اس رنگ میں پوری ہوگی۔ چنانچہ اس دعا کی عام تجلی تو یہ ہے کہ امت محمدیہ کو باکمال اولیاء اور عدیم المثال علماء کا غیر معمولی ورثہ عطا کیا گیا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ :

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ

"یعنی میری امت کے روحانی علماء (جن میں ہر صدی کے مجدد بھی شامل ہیں) اپنی شان اور روحانی کمالات میں بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے" پس یہ جو امت محمدیہ میں ہزاروں باکمال اولیاء اور ہزاروں خدارسیدہ علماء گزرے ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں ظاہری علم کیساتھ ساتھ خدائی کلام سے بھی مشرف ہوتے رہے ہیں اور جن سے سماءِ اسلام کا چپہ چپہ مزین نظر آتا ہے، یہ سب اسی درود والی مبارک دعا کا کرشمہ ہیں۔

مگر اس عام روحانی ورثہ کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کے ایک ظلِّ کامل اور بروزِ اتم کا بھی وعدہ تھا۔ جس کی بعثت کو خود آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دیا گیا تھا۔ جیسا کہ سورہ جمعہ کے الفاظ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ (یعنی آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک بروز کے ذریعہ دوبارہ معبوث کرے گا) میں بتایا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ ......(یعنی آنے والا مصلح اپنی وفات کے بعد اپنے روحانی مقام کے لحاظ سے میرے ساتھ ہی رکھا جائیگا) کے الفاظ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سو یہ وعدہ بھی حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کے وجود میں پورا ہو گیا۔ گویا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اسی طرح کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ کی دعا کی تکمیل کیلئے آنحضرت ﷺ دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے۔ اور ابھی نہ معلوم قیامت تک آپ کے کن کن اور روحانی اظلال نے آسمانِ ہدایت پر طلوع کر کے درود والی دعا کو پورا کرنا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

خلاصہ کلام یہ کہ درود میں حضرت ابراھیمؑ کی مثال بیان کرنے سے حضرت ابراھیمؑ کے کسی ذاتی کمال کی طرف اشارہ کرنا مقصود نہیں بلکہ حضرت ابراھیمؑ کی اس دعا کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جسکے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کا وجود باجود ظہور میں آیا اور غرض یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے آنحضرت ﷺ کا بابرکت وجود پیدا ہوا اسی طرح اب اَے خدا آنحضرت ﷺ کی امت میں آپؐ کے روحانی اظلال کا سلسلہ بھی تا قیامت جاری رہے اور اس ذریعہ سے ایک ایسا مقدس دور قائم ہو جائے جو تیرے آخری نور کے ذریعہ دنیا میں ہمیشہ اجالا رکھے۔ اس نکتہ کے حل ہونے کے بعد میری روح کما صلیت علیٰ ابراھیم کے الفاظ پر رُکنے اور جھٹکا کھانے کی بجائے ایک خاص قسم کے روحانی سرور اور ایک خاص قسم کی روحانی لذت کی حالت میں تسبیح کرتی ہوئی آگے نکل جاتی ہے۔ اور ان چمکتے ہوئے آسمانی ستاروں اور اس درخشاں ظلی شمس و قمر کا نظارہ کرنے میں جن سے آج فضاءِ اسلام مزین ہے، ایک ایسا لطف محسوس کرتی ہے جو اس سے پہلے کبھی میسر نہیں آیا تھا۔

اللھم صل علیٰ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وبارك وسلم۔
اللھم صل علیٰ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وبارك وسلم۔
اللھم صل علیٰ محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وبارك وسلم۔
واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(مضامین بشیر جلد 2، صفحہ 298، سن اشاعت 2011)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

پھر فرماتا ہے ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ انعام کے طور پر بخشے۔ ایسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی وعدہ ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو دعا سکھائی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ یعنی اَے اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی آنے والی روحانی اولاد پر اُسی طرح فضل نازل فرما جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام کو اور اس کی اولاد پر فضل نازل فرمائے تھے۔

بعض لوگ اپنی نادانی سے یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ تو حضرت ابراہیمؑ سے بہت بڑا ہے پھر ایک بڑے درجہ والے کیلئے یہ دعا کرنا کہ اُسے وہ کچھ ملے جو اُن سے چھوٹے درجے والے کو ملا تھا اور نہ صرف ایک دفعہ یہ دعا کرنا بلکہ قیامت تک کرتے چلے جانا ایک مضحکہ خیز امر ہے اور یہ ایسی ہی دعا ہے جیسے کہ کسی اِی۔اے۔سی۔ کو کہا جائے کہ خدا تمہیں تھانیدار بنا دے۔ اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی دو قسم کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک خوبیاں تو وہ ہیں جو اُن کی ذاتی ہیں مثلاً یہ کہ ابراہیمؑ حلیم تھا۔ اَوّاہ تھا۔ منیب تھا۔ صدیق تھا۔ خدا کا مقرب تھا۔ ان خوبیوں اور مدارج کے لحاظ سے محمد رسول اللہ ﷺ یقیناً حضرت ابراہیمؑ سے افضل ہیں۔ اگر آپ افضل نہ ہوتے تو آپ خاتم النّبیین اور سیّد ولد آدم کس طرح ہو سکتے؟ پس جہاں تک محمدی مقام کا سوال ہے وہ ابراہیمی مقام سے یقیناً افضل ہے مگر حضرت ابراہیمؑ کی اِن ذاتی خوبیوں کے علاوہ قرآن کریم سے ہمیں ان کی ایک اور خوبی بھی معلوم ہوتی ہے جو قومی انعام کے رنگ میں ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (2/129) یعنی اَے ہمارے ربّ ہمیں اپنا سچا فرمانبردار بنائیو اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا کیجیو جو تیری رضا کو حاصل کرنے والی اور تیری راہوں پر چلنے والی ہو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اس رنگ میں قبول فرمایا کہ وہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ (عنکبوت رکوع 3) ہم نے ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت رکھ دی گویا حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ سے جو کچھ مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر آپ کو انعام دیا۔ اس نقطہ نگاہ سے جب ہم درود میں یہ کہتے ہیں کہ اَے اللہ تُو محمد ﷺ پر بھی اُسی طرح فضل نازل فرما جس طرح تُو نے ابراہیمؑ پر فضل نازل فرمایا تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدایا جو معاملہ تُو نے ابراہیمؑ سے کیا تھا وہی سلوک محمد ﷺ سے بھی کرنا۔ جس طرح حضرت براہیمؑ نے جو کچھ مانگا تھا تُو نے اس سے بڑھ کر ان کو انعام دیا، اُسی طرح محمد ﷺ نے جو کچھ مانگا ہے اُس سے بڑھ کر آپ کو انعام دیجیو۔ اب یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے عرفان کے مطابق دعائیں کیں اور محمد ﷺ نے اپنے عرفان کے مطابق کیں۔ بلکہ محمد ﷺ نے خدا تعالیٰ سے اتنی دعائیں کی ہیں کہ مجموعی طور پر تمام انبیاء نے بھی اتنی دعائیں نہیں کی ہونگی۔ پھر جب یہ مسلمہ امر ہے کہ محمد ﷺ کا عرفان ابراہیمی عرفان سے بہت بالا تھا تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ آپ کی دعائیں بھی حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو کچھ ملنا ہے وہ بھی ابراہیمی انعام سے بہت زیادہ ہے۔ پس درود میں محمد ﷺ کے مدارج کی بلندی اور آپ کی امت کی ترقی کے لئے اتنی جامع دعا سکھائی گئی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دعا تصور میں بھی نہیں آسکتی کیونکہ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ الٰہی وہ رحمتیں جو حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ ان کی ذریت پر نازل ہوئیں ان سے بڑھکر رسول کریم ﷺ کے ذریعہ نازل کی جائیں۔ یعنی جس طرح ابرہیمؑ کو ان کے مانگنے سے بڑھکر ملا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ مانگا ہے آپکو بھی اس سے بڑھ کر انعام دیا جائے۔ اور چونکہ وسعتِ فیض کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کی دعائیں بہت بڑھی ہوئی ہیں اس لئے آپ کے انعامات بھی ابرہیمی انعامات سے بہت بڑھ کر ہیں۔ لوگوں کو غلطی صرف کما کے لفظ سے لگی ہے۔ حالانکہ اس جگہ ما مصدر یہ ہے اور کَمَا صَلَّیْتَ کے صرف اتنے معنے ہیں کَصَلٰوتِکَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ یعنی جس طرح تُو نے ابراہیمؑ پر اپنی برکات نازل کیں اسی قسم کی برکات محمد ﷺ پر بھی نازل فرما اگر کَمَا صَلَّیْتَ کی بجائے اِلٰی قَدْرِ مَا صَلَّیْتَ کہا جاتا تو بے شک اس کے یہ معنے ہو سکتے کہ تُو محمد ﷺ پر اس درجے کا درود بھیج جس درجے کا درود تم نے ابراہیمؑ پر بھیجا تھا مگر یہاں درجے کا ذکر نہیں بلکہ قسم کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ جس قسم کی برکت حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی اولاد کو دی گئی تھی وہی قسم محمد ﷺ اور آپ کی اولاد کو بھی ملے۔ اور وہ یہی برکت ہے کہ جو کچھ ابراہیمؑ نے مانگا تھا خدا نے اس سے بڑھ کر اسے انعام دیا۔ اسی طرح ہمیں یہ دعا سکھائی گی ہے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے مانگا ہے اَے خدا تُو اس سے بڑھ کر محمد ﷺ اور آپ کی امت پر انعام و اکرام کی بارش نازل فرما۔

آجکل اسلام کے خلاف سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا ہے اور عیسائیت اس بات کی مدعی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ پس درود میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اَے خدا! یہ جتنی ترقیاں عیسائیت کو مل رہی ہیں یہ حضرت براہیمؑ کے اُن وعدوں کی وجہ سے ہیں جو تُو نے اُن سے کیے تھے۔ ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ابراہیمی وعدوں کیوجہ سے اس کی ایک شاخ جو اسحاقؑ سے تعلق رکھتی تھی اس پر جو تُو نے فضل نازل کئے ہیں اس سے بڑھ کر اسماعیلؑ کی نسل یعنی محمد ﷺ اور آپ سے تعلق رکھنے والوں پر فضل نازل فرما۔ اگر اللہ تعالیٰ ادھر سے اپنی برکتیں ہٹا لے اور انکا رخ اسماعیلؑ کی نسل کی طرف پھیر دے تو عیسائیت ایک دن میں ختم ہو جاتی ہے۔ پس یہ ایک عظیم الشان دعا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے سکھائی گئی ہے اور پھر یہ ایک ایسی دعا ہے جس میں دنیا کے ہر ملک اور ہر علاقے کا مسلمان شامل ہے گویا یہ ایسی کامل دعا ہے کہ نہ آقا اس سے باہر رہتا ہے اور نہ امت محمدیہ کا کوئی فرد باہر رہتا ہے۔ آجکل یورپین اقوام کو جو طاقت حاصل ہے یہ صرف ان وعدوں کی وجہ سے جو اسحٰقؑ کی نسل سے کئے گئے تھے اگر اب اسماعیلؑ کی نسل سے اس کے وعدے پورے ہونے شروع ہو جائیں تو عیسائیت اس طرح ختم ہو جائے گی جس طرح محمد ﷺ کے آنے پر حزقیل، یرمیاہ، یسعیاہ اور یحیٰی وغیرہ ختم ہو گئے ہیں اور اسلام کو وہ شوکت حاصل ہو جائے گی جو مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 532، مطبوعہ قادیان 2010)

......☆......☆......☆......

اعلان نکاح: فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2 جولائی 2022 کو بعد نماز عصر مسجد مبارک اسلام آباد، یُو.کے میں 7 نکاحوں کا اعلان فرمایا جس کے مختصر کوائف ذیل میں درج ہیں۔

- عزیزہ آمنہ اعجاز خان واقفہ نو بنت مکرم اعجاز اللہ خان صاحب (سپین) ہمراہ عزیزم فیروز ادیب اکمل (مربی سلسلہ جرمنی) ابن مکرم مبارک اکمل صاحب۔
- عزیزہ صوفیہ تنویر (واقفہ نو) بنت مکرم مبارک احمد تنویر صاحب (امریکہ) ہمراہ عزیزم علی صفدر (واقف نو) ابن مکرم صفدر محمود سعید صاحب (کینیڈا)
- عزیزہ نورین گھمن (واقفہ نو) بنت مکرم ناصر احمد گھمن صاحب (جرمنی) ہمراہ عزیزم رضوان کفایت چیمہ (واقف نو) ابن مکرم کفایت چیمہ صاحب (ڈاربی. یوکے)
- عزیزہ نعما سیف اللہ بنت مکرم خالد سیف اللہ صاحب (برمنگھم، یُو.کے) ہمراہ عزیزم صفی الرحمٰن رانا (واقف نو) ابن مکرم عزیز الرحمٰن رانا صاحب (ہڈرز فیلڈ، یُو.کے)
- عزیزہ امۃ الحلیم شمیم بھٹی (واقفہ نو) بنت مکرم شمیم اختر بھٹی صاحب (لندن، یُو.کے) ہمراہ عزیزم شمائل عبداللہ ابن مکرم ملک محی الدین محمد عبداللہ صاحب (بورڈن، یُو.کے)
- عزیزہ سامعہ خالد بنت مکرم محمد خالد صاحب (جرمنی) ہمراہ عزیزم ثوبان تنولی ابن مکرم مطیع الرحمٰن صاحب (آسٹریلیا)
- عزیزہ امۃ الودود بنت مکرم محمد ساجد صاحب (جرمنی) ہمراہ عزیزم سُمیر علی شاہ بخاری ابن مکرم قادر اعظم صاحب جرمنی

......☆......☆......☆......

دِل آپؐ کا ہے آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن

(منظوم کلام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے
جھیلوں پہ کِھل رہے ہیں کنول آپؐ کے لئے

میری بھی آرزو ہے، اِجازت ملے تو مَیں
اَشکوں سے اِک پروؤں غزل آپؐ کے لئے

مژگاں بنیں، حکایتِ دل کے لئے قلم
ہو رَوشنائی، آنکھوں کا جل آپؐ کے لئے

اِن آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپؐ کے لئے

دِل آپؐ کا ہے آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن
غم بھی لگا ہے جان گسل آپؐ کے لئے

میں آپؐ ہی کا ہوں، وہ مری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپؐ کے لئے

گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت
نغمہ سرا ہیں دَشت و جبل آپؐ کے لئے

ہر لمحۂ فراق ہے عمرِ درازِ غم
گزرا نہ چین سے کوئی پل آپؐ کے لئے

آ جایئے کہ سکھیاں یہ مل مل کے گائیں گیت
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپؐ کے لئے

ہم جیسوں کے بھی دید کے سامان ہو گئے
ظاہر ہوا تھا حسن ازل آپؐ کے لئے

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

مَیں ہمیشہ
تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں
کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے
(ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس
عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں
ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں
افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا
وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُسکو دنیا میں لایا

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر اُن کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُنکو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ اُن کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیا اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118 تا 119)

★...★...★

Love for All Hatred for None
99493-56387
99491-46660
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
Tea,Tiffin,Meals,Chicken-Biryani,Fast-Food Available Here
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 71 Thursday 7 - 14 July - 2022 Issue. 27-28

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 100 - 200 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور آپؐ کی عظمتِ شان کے بارہ میں بعض غیر مسلموں کی آراء

مہاتما گاندھی

’’مَیں اُس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ جاننا چاہتا تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی۔ اُس کی زندگی کا مطالعہ کرکے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا کہ اسلام نے اُس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی۔‘‘

Mahatma Gandhi, Statement published in "Young India", 1924

......☆......☆......☆......

Michael H. Hart

’’دنیا پر اثر انداز ہونے والے لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پہلے نمبر کیلئے منتخب کرنا بعض پڑھنے والوں کو شاید حیرت زدہ کرے اور بعض اس پر سوال بھی اُٹھائیں گے۔ لیکن تاریخ میں وہ واحد شخص تھا جو کہ مذہبی اور دنیاوی ہر دو سطح پر انتہائی کامیاب تھا۔‘‘

The 100 A Ranking of the most Influential Persons in HIstory by Michael H. Hart

......☆......☆......☆......

Annie Besant

’’ایک ایسے شخص کیلئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اُس نے اپنی زندگی گزاری، اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اِس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے۔ مَیں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کیلئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اُس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے۔‘‘

The Life and Teachings of Muhammad, Madras, 1932, page.4

......☆......☆......☆......

Prof.H.G.Wells

’’پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے، وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے...... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے...... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں...... پیغمبرِ اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفا کی کا خاتمہ کیا گیا۔‘‘

The Outline of History by H.G.Wells, part II

......☆......☆......☆......

Stanley Lane Poole

’’حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے تو اُن سب کو معاف کر دیا۔ یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔‘‘

The Speeches and Tablets of the Prophet Mohammad
by Stanley Lane-poole, Macmillan and Co. 1882, page xlvi-xlvii

(ماخوذ از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5 / اکتوبر 2012ء)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad